

جاسوی دنیا نمبر 4

# تجوری کا راز

(مکمل ناول)

## پیشہ

جاسوسی دنیا کا چھقنا نادل آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اب یہ آپ کے لئے کوئی تین چھنٹیں رو گئی ہے۔ ہندو پاکستان کا تقریباً ہر اردو پڑھنے والا جاسوسی دنیا سے روشناس ہو چکا ہے اور ہر ایک کو اس کا اعتراف ہے کہ فی زمانہ دنیا کی کوئی زبان اتنا دلچسپ لٹریچر اتنی کم قیمت پر پیش نہیں کر رہی ہے۔

آپ اس نادل کو پاٹ اور بخوبیک کے اعتبار سے سابق نادلوں سے کہنیں زیادہ دلچسپ پائیں گے، محترم الحقول و اعفاء دل دھلا دیئے والے مناظر، جمادات و همت سے لبریز کارناۓ، سرجنت حیدر کی دلچسپ حرکتیں اور آپ کے ہر لمحہ زیر اپکروز فریدی

کا عجیب و غریب رول، آپ کے پسندیدہ جا سوں آپ کو عجیب و  
غریب حرکتیں کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ میرا دعویٰ ہے کہ  
آپ ایک بار کتاب اٹھانے کے بعد اتفاقام پر پہنچے بغیر کتاب  
ہاتھ سے نہیں رکھ سکتے۔

اس ناول میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں  
کوئی خون جیسی ہوا پھر بھی ایسے واقعات سے لبریز ہے کہ وجہی  
بُوسمتی عی جاتی ہے۔

بہر حال ناول آپ کے سامنے ہے آپ خود فیصلہ کیجیے کہ  
میں اپنے مقدمہ میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

ابنِ صفوہ

## حیرت انگیز ڈاکر

تقریباً رات کے ساز میں گیارہ بجے تھے۔ سارے شہر میں خاموشی طاری تھی۔ بازار میں اکاداپان کی دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ شاید پان والوں کو ان گاہوں کا انتظام تھا جو سیکھ شو ڈیکھ کر لوئے وقت پان خریدا کرتے ہیں۔ کبھی کھماڑ ایک آدمی ڈرک سانے کا سینہ چورتا سنان سڑکوں پر دوڑتا نظر آ جاتا تھا۔ سردی اپنے پورے شاب پر تھی۔ سردی ہی کی وجہ سے شہر اتنی جلدی سانے سے ہم آنکھوں ہو گیا تھا ورنہ گرسیوں میں عموماً شاہراہوں پر تقریباً رات بھر آمد و قت رفتے گرہاں وقت یہ عالم تھا کہ شہر کے مشہور سینہ اگر والی کی کوئی شہر کے سب سے پاروں روڑ پر واقع ہونے کے باوجود بھی پر اسرا اور دیوں کو اپنے اندر داخل ہونے سے نہ رکھ سکی۔

یہ دونوں ایک چھوٹی سی خوبصورت کار میں بیٹھ کر آئے تھے۔ ہر دو ڈرک کے دوسرا سے کنارے پر چھوڑ کر کوئی کی دیوار سے آ لگے تھے۔ ان دیوار کے قریب بہت زیادہ اندر چراقا۔ ان دونوں نے چونکہ سیاہ رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اس لئے وہ اس ہماری میں اس طرح آم

ہو گئے تھے جیسے دودھ میں پانی۔ ان میں ایک زمین پر اکڑوں پیٹھ گیا اور دوسرے اس کے کامنے پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد بیٹھا ہوا آدمی آہستہ آہستہ سے اٹھنے لگا۔ اپر والے نے بارہ تیرہ فٹ اونچے روشنداں میں ہاتھ ڈال کر اسے معمولی سے پکولیا۔ دوسرا نجی میں وہ روشنداں کے اوپر تھا۔ اس نے روشنداں کا شیشہ اٹھا کر اندر جما ٹھا۔ کمرے میں ملیے رنگ کی روشنداں لی رہی دلا بلب روشن تھا۔ شامک اس شخص کی قسمت یاد رکھی کہ اسے تھیک روشنداں کے نیچے گلی ہوئی ایک اونچی بیٹھل میں، وہ آہنگی سے اس کے اوپر اتر گیا۔

اب باہر ایک آدمی رہ گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ رنگتا ہوا صدر دروازے کے قریب پہنچا۔ صدر دروازے پر ایک بلب روشن تھا جہاں اس کی روشنی میں اس کا چھپنا مخالف تھا۔ الہادوہ چڑک پر آ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے چڑک کے کالکاؤں سے اونچے کر کے تھے اور فلت بیٹھ پڑھے پر اس طرح جگی ہوئی تھی کہ اس کے خدو خالی تاریکی میں چھپ کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازے میں ذرا سی درز ہوئی اور باہر کھڑا ہوا آدمی اور اہر دیکھ کر تیری سے چلا ہوا صدر دروازے کے قریب آیا۔ صدر دروازہ کھلا اور وہ بھی دیکھتے ہی دیکھتے کوئی کے اندر تھا۔

دلوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے تاریکی میں چیختے چھپاتے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ چاروں طرف تاریکی بھیل تھی۔ ایک جگہ انہیں اپر کی منزل میں کسی کمرے کے دروازے کے وحدے لے ٹھیکوں میں روشنی دکھائی دی۔ یہ اندازہ لکانے کے لئے کوہ اس وقت کھاں ہیں انہوں نے نارچ روشن کی۔ یہ ایک بہت بڑا ہاں تھا جس میں بے شہ صوفے پڑے ہوئے تھے۔ دیواروں پر قد آدم تصویریں تھیں اور فرش پر قیمتی قالین، لوپ جانے کے لئے ایک طرف سینگ مرمر کے زینے تھے، ہال میں سناٹا تھا۔ وہ دلوں آہستہ زیخوں پر چڑھنے لگے، انہوں نے اس کمرے میں جھاک کر دیکھا۔ جس کے دروازوں کے ٹھیکوں سے روشنی چمنی رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا ان میں سے ایک نے دروازے کو آہستہ سے کھولا۔ سینگ اگر وال دیوار کی طرف من کے بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ یہ دلوں اتنی آہنگی سے کمرے میں داخل

ہوئے کہ سیخو اگر وال کو خیر بھک نہ ہوئی۔

”سیخو ہی.....؟“ ایک نے آہت سے کہا۔

سیخو اگر وال چوک کر جزا..... اس نے پچھ کرنے کے لئے ہوت بلائے ہی تھے کہ ایک نے ریوالر نکال لیا۔

”منہ سے آواز نہ لٹکے.....!“ ریوالر والے نے تھکانہ بجھ میں کہا۔

سیخو اگر وال کے پھرے کا رنگ اونچا تھیں وہ می کرنا کر کے بولا۔

”تم کون ہو اور کیا چاہیے ہو۔“

”دو رہنیں..... اگر خاموشی سے بینچے رہے تو ہم جھیں جل جھیں کریں گے۔“ دوسرا نے کہا۔

”تم لوگوں نے یہاں آ کر ظلٹی کی.....!“ سیخو اگر وال نے کہا۔ یہاں جھیں پکھ زیادہ

نہل سکے گا میں سب پکھ بیک میں رکھتا ہوں۔“

دلوں پہنے لگے۔

”تم لوگ معمولی چور یا ڈاکو ہیں.....!“ دوسرا آدمی بولا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کی

طرف مذکور کہا۔ ”تم سیخیں نہ ہو۔“

وہ ایک چوٹ سے دروازہ کی طرف بڑھا۔

”اکھر کہاں جاتے ہو.....؟“ اگر وال نے کہا۔ ”وہ سیرے سونے کا کرو ہے۔“

”اور وہیں تم نے اپنی تجویزی رکھ چوڑی ہے۔“ دوسرا نے کہا۔

”جیسیں اس کی کنجی نہیں ہے۔“ اگر وال بولا۔

”مجھے کنجی نہیں چاہئے.....!“ دوسرا نے کہا اور دروازہ کھول کر کرے میں چاگیا۔

ایک آدمی ریوالر نے ہوئے بدستور سیخو اگر وال کے پاس کٹا رہا۔

سیخو اگر وال نے کچی پارا سے دھوک دے کر اس نے کی تھیں کوشش کی تھیں ہر بار پتول کی ٹال

اس کی کنجی سے گھرائی۔

”دیکھو سیخو صاحب! اگر تم نے زیادہ گز بڑ کی تو جھیں تھیں ثم کر دیا جائے گا۔ تم یہ نہ

بھائنا کر یہ محفلِ دلکشی ہے۔ یہ ریالور پینٹنگ آواز کا ہے کسی کو کافیں کان خبر نہ ہوگی، اور ہم تمہیں مل کر پڑھنے بیٹھنے کے۔"

"وہ تو تمیک ہے تھیں تم لوگ خواہ تجوہ جنک مل رہے ہووا" سینہ اگر وال نے کہا۔

"تجوہی میں دو تین ہزار سے قلیادہ تھیں مذل عکس کا۔"

"خیر..... یہ ہمارا اپنا سودا ہے، جسمیں اس سے کیا۔"

سینہ اگر وال خاموش ہو گیا تھاں اس کی آنکھیں اپنے سونے کے کمرے کے دروازے پر طبعی ہوئی تھیں۔ محمد گمراہی گمراہی نے بارہ بجائے، دوسرا آدمی ابھی تک اگر وال کے ساتے کمرے ہی میں تھا۔ سڑک پر سیکھ شوہر کی کروٹے نے والوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ تجوہی دوسرے کے بعد دوسرا آدمی کمرے سے کل آیا۔

"کہنے استاد کیا رہا" پہلا آدمی بولا۔

"تمیک ہے....." دوسرے نے کہا۔ لاؤڈ پر ٹول اب مجھے دلوں تم سینہ تھی کو کری سے پانچ دوسرے کے مذہب میں کپڑا ٹھوپیں دے۔ تاکہ یہ ہمارے جاتے ہی شور نہ چاہا شروع کو دیں۔" پہلے آدمی نے دوسرے کے ہاتھوں میں پر ٹول دے دیا اور تجوہریشم کی پلی ڈر سے سینہ اگر وال کو کری میں بکھڑنے لگا۔

"تیرے منہ میں کپڑا مت ٹھونسوں میں دھو کرتا ہوں کرنگیں جھوپیں گے" سینہ اگر وال نے کہا۔

"سینہ تھی..... اگر تم اتنے ہی ایجاد اور ہوتے تو ہمیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

پہلے آدمی نے اس کے مذہب میں کپڑا ٹھوپیں دیا۔

دوسرے ابھی ہال میں پہنچے ہی تھے کہ بچاؤ بچاؤ، دوڑو دوڑو کی آوازیں آئی شرمند ہو گئیں۔ شاید اگر وال نے کسی طرح سے اپنے منہ سے کپڑا کھال لیا تھا اور اب وہ بے تھا شرمند رہا تھا۔ دھننا اندھیرے میں دو تین آدمی بڑھتے ہوئے معلوم ہوئے۔

"شاید سینھی کے کمرے سے آواز آرہی ہے۔" ایک آواز سنائی دی۔

"ہاں پڑو ہو پڑیں۔" دوسری آواز آئی لورز بند پر قدموں کی آہٹ معلوم ہونے لگیں۔

"استاد اپ کیا کیا جائے۔" ایک نے کہا۔

"چل جلدی کرو۔ صدر دروازہ کی طرف۔"

"مگر شاید باہر بھی آدمی جیج ہو گئے ہیں۔"

"دو رونگیں۔ آگے بڑھو۔ میں سب تھیک کر لول گا۔"

دونوں تیزی سے صدر دروازہ پر پہنچے جو اسدر سے بندھا۔ باہر بھی شدتائی دی رہا تھا۔

"شاید لوگ دروازہ سکھنے کا انتشار کر رہے ہیں۔"

استاد نے دروازہ پر پہنچ کر چھٹا شروع کر دی۔

"ہائے مارڈا لا۔ مارڈا لا۔ چھاؤ۔ چھاؤ۔"

لوگ باہر سے دروازہ پیٹھے لگے۔

استاد نے پیٹھے ہوئے دروازہ کھول دیا اب پہلے آدمی نے بھی اپنے استاد کی تحریر شروع کر دی تھی اور وہ بھی جیج رہا تھا۔

لوگ "کیا ہے۔ کیا ہے۔" کہتے ہوئے اندر گئے گئے اور یہ دونوں چھاؤ چھاؤ پیٹھے ہوئے باہر نکل گئے۔

سرڈک کے فور پرے کنارے پر پہنچ کر دونوں کار میں بیٹھے گئے۔

"اے دے کار میں بیٹھے گئے۔ پکاو۔ پکاو۔ وہ تو ہیں۔" سینھ اگر وال

اوپر کی کھڑکی سے سرٹا لے جی رہا تھا۔

بیچے ہی لوگ کار کی طرف پیٹھے استاد نے دونوں کا بڑل کھول کر جیج پر پہنچ دیا۔ فنا

میں سمجھوں توٹ اڑ رہے تھے۔ جیج پر تھا۔ دونوں کی طرف جنک پر الور کار جواب استاد

ہو بھی تھی یہ جاؤ چا۔ نظروں سے بقاہ ہو گئی۔

## نئی الجھنیں

دوسرے دن میں جب ساری جست حیدر اور اپنے فریڈی میر کے لئے جانے کی تیاری کر رہے تھے تو کرنے سب اپنے جگدیش کا ملا جاتی کارڈ لا کر دیا۔

”جیسے افسوس ہے اپنے صاحب کر میں نادقت چل ہوا۔“ جگدیش نے اندر واپس ہو کر کہا۔

”آؤ..... آؤ بھی کوئی بات نہیں۔“ فریڈی نے سکرا کر کہا۔

”خیریت تو ہے آپ پکو بد خواہ سے فڑا آ رہے ہیں۔“ حیدر نے کہا۔

”خیریت کہاں حیدر بھائی.....“ جگدیش نے پیٹھے ہے نے کہا۔ اپنے صاحب کی ہمراہی سے میرے افسر مجھے بہت زیادہ سمجھنے لگے ہیں اور یہ جن میرے لئے دبال جان بن گئی ہے۔“

فریڈی پہنچنے لگا۔

”آخڑ کہہ تو کیا ہاتھ ہے۔“ فریڈی نے کہا۔

”کیا عرض کروں ..... رات ایک محیب و غریب واردات ہو گئی۔ جس کی تھیسیں میرے ذمہ دالی گئی ہے اور میں جو کچھ ہوں میں ہی بہتر جاتا ہوں۔ ابھی بھی میں اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے کہ کسی معمولی چوری کا سارا غذا لکھا سکوں۔“

”خیر..... چلو آگے کھو۔“

”کل رات سینہ اگر وال کے بھائی دو آدمی گھس آئے اُن میں سے ایک سینہ اگر وال کے سر پر پتوں ہانے کھڑا رہا اور دوسرا ان کے سونے کے کمرے میں گھس گیا جہاں تجوڑی رکھی ہوئی تھی۔ کچھ عرض کے بعد وہاں سے واپس آگیا۔ دونوں نے اگر وال کو کری میں جکڑ کر ان کے منہ میں کپڑا ٹھوٹ دیا۔ وہ دتوں کر رہے تھے کل کرتھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اگر وال نے منہ سے کسی طرح کپڑا لکھا لیا اور پیچھے لگا۔ اس وقت سازی میں ہارہ بیجے ہوں گے پیٹھے شو ختم ہوئے تھے اس نے سڑک پر بھی کافی آمد و رفت ہو گئی تھی۔ اگر وال کے پیٹھے پر ایک طرف تو ان کے گردالے بیدار ہو گئے اور دوسرا طرف سڑک پر ان کے صدر دروازے پر کافی بھیز

لگ گئی۔ دلوں آدمیوں نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی چور، پورا چلا تے ہوئے دروازے کی طرف بھاگے۔ اسی حالت میں انہوں نے صدر دروازہ کھولا اور باہر کلک گئے۔ باہر لٹختے وقت انہوں نے چینا شروع کر دیا۔ امرے مارڈالا، امرے مارڈالا..... لوگ سمجھے کہ شام کو بھی اسی کوشی کے رہنے والے ہیں لیکن اگر وال کے چلانے پر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو۔ اور وہ بدھماشوں کی مہربانی طرف پر ہے ہمی تھے کہ ان دلوں نے دو تین ہزار دوپون کے نوٹ تینج کی طرف پیسک دیے، لوگ دلوں کی طرف پلتے اور وہ دلوں کا راستار کر کے پلتے ہے۔

”بھی بہت خوب.....!“ فریبی بے تباہ ہٹتے ہوئے بولا۔ ”وہ جا ہے جو کچھ بھی رہے ہوں لیکن میں ان کی ذہانت کی واادیے بخیر نہیں رہ سکتا بھی کمال کر دیا۔“

”بھی نہیں اور سنئے.....!“ جملہ نے کہا۔ ”اہر وہ لوگ فرار ہوئے اور اہر کی نے سچے سے اگر وال پر پتوں سے حملہ کر دیا۔ فائز گھر کے اندر سے ہوا تھا، گولی دا پتھے بازو کو چید کی۔ خیرت یہ ہوئی کہ بڑی پر کوئی ضرب نہیں آئی وہ اس وقت ہبتال میں ہیں۔“

”تو یہ فائز ان دلوں کے فرار ہو جانے کے بعد ہوا تھا۔“

”می ہاں.....!“

”اچھا تجوہی تو بالکل صاف ہو گئی ہو گئی سینہ صاحب کی۔“

”می تو تجب کی بات ہے کہ ان دلوں نے تجوہی میں ہاتھ بھی نہیں لگایا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”سیسمو اگر وال کا یاں ہے کہ تجوہی کی ساری چیزیں جوں کی توں موجود ہیں اور کمرے سے کوئی اور چیز بھی چوری نہیں ہوئی۔“

”تب تو یہ کیس واقعی دلچسپ معلوم ہتا ہے۔“

”نہہت دلچسپ.....!“ جملہ نے کہا۔

”خیر بھی اب تو چائے کا وقت بھی ہو گیا۔“ فریبی نے کہا۔ ”عیند چائے مغلواڑ.....!“

”میر تم نے کیا کیا۔“ فریبی نے جملہ سے پوچھا۔

”مکرنا ہی کیا..... مجھے آتا ہی کیا ہے۔ خواہ تو وہ لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے آتی شیش سے بھرم کی الگیوں کے نشانات ٹلاش کرتا رہا۔ وہ چارائیں سیدھے سوالات سینہ صاحب کے گمراہوں سے کئے۔ خود سینہ کا بیان لیا اور بس۔“

”خیر کوئی پڑھانی کی بات نہیں۔ کام کرنے ہی سے آتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔  
”وہ تو میں بھی سمجھتا ہوں۔ مگر.....“

”اوہ..... مگر کیا..... سب تھیک ہو جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کوچائے ہو۔۔۔ شاید تم رات بھر جا گے ہو۔۔۔ ناشتر کر کے میں سو جو اور اب تم اپنے حلقت کے آفیسر انچارج ہو۔۔۔ جھیں اتنی محنت کرنی چاہئے۔ اتنی جلدی ڈی لائس۔۔۔ پی یا اس۔۔۔ پی بننے کے خواب نہ دیکھو۔۔۔“  
”اگر آپ اسی طرح مجھ پر ہم بان رہے تو اس دن کو بھی وہ نہیں سمجھتا۔ جگہ لش نے کہا۔  
”جگہ لش صاحب۔۔۔ آپ خواہ تو وہ قلادی ہی میں پڑے ہوئے ہیں۔۔۔“ جیسے نے کہا۔ ”جو شخص خود آج تک چیز اپنکی نہ ہو سکا وہ کیا کسی کو ترقی دلا سکے گا۔“

”شاید تم اس لئے کہ رہے ہو کہ آج تک سار جنت ہی رہے۔“ فریدی سکرا کر بولا۔  
”میں آپ کے اس خیال کی تردید نہیں کر سکتا۔۔۔“ جید نے جواب دیا۔  
”جید تم آج اپنکو ہو سکتے ہوں جیسی یہ کہ لو کہ بھرم تم ایک جگہ نہ رکھ سکتے گے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اچھا ہے جاؤ جھیں اپنکی عنزیز ہے یا فریدی۔“

”اب میں کیا عرض کروں۔۔۔ خود ہی بمحض لمحہ۔۔۔ یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ میں حد صبح پالپیں واقع ہوا ہوں۔۔۔“

فریدی اور جگہ لش ہنسنے لگے۔

”اچھا تو بھر اپنکو جو ہی دیا جائے۔۔۔“

”میں معاف رکھئے۔۔۔ رات میں جو ٹھنڈا چار کئے سول ملتا ہوں اس سے بھی جاؤں۔۔۔“

خدا گھونوڑ کے ہر بلا سے۔۔۔

یہاں آتے وقت جگہ لش راست بھر پڑی سوچتا آیا تھا کہ فریدی ایسا عجیب و غریب کیس ان

کراچی پرے گا۔ واردات کے متعلق سوالات کی بوجھاڑ کر دے گا کچھ دریں تک ناک بھوں ہے زور دے گا اور پھر انہی کرٹلے گا۔ لیکن ان سب ہاؤں کے خلاف اس وقت فریدی کا درد پیدا کر اسے سخت حیرت ہوتی۔ اصل موضوع کو پھر ڈکر وہ نہ جانے کہاں کے سمجھیزے ناکل بینجا تھا اور اب حیدر اور فریدی میں بالکل جیسی حرم کی باعثیں چھڑتی ہیں۔ فریدی اسے چارہا تھا اور وہ جلا جلا کر جواب دے رہا تھا۔ جملہ نے پھر اصل موضوع کی طرف آئے کی کوشش کی۔

”ایک بات میری کچھ میں نہیں آتی۔“ جملہ نے جائے کی پیالی رکھتے ہوئے کہا۔  
”آدم خرجم آئے کس نیت سے تھے۔ کیا انہوں نے محض اس لئے اتنا جزا خطرہ مول لیا تھا کہ  
مکان میں صرف بُل کر واپس پلے جائیں۔“

”آتی معمولی ہی بات بھی آپ کی کچھ میں نہیں آتی۔“ حیدر نے کہا۔ ”مقدمہ اصل میں  
سینہ اگر وال کو تکلیف کرنا تھا، خرم یقیناً وہ سے زیادہ رہے ہوں گے۔“ نے بھاگ دوز کروکوں کو  
اپنی طرف متوجہ کیا اور تیرے نے سینہ پر گولی چلانی اور اسی ہنگامہ میں وہ بھی نکل بھاگا۔  
فریدی سکرانے لگا۔

”کیا سچیتی کی باعث کر رہے ہو۔“ فریدی نے سکارا کاش لے کر کہا۔ ”اگر قلی ہی کرنا تھا  
تو اتنا شور چاٹے کیا ضرورت تھی ان دلوں نے جس طرح خاموشی سے سینہ اگر وال کو کری  
میں پا اوندو کراس کے منہ میں کپڑا اٹھوں دیا تھا اسی طرح اس کا گامگھنٹ کر اسے مار بھی سکتے  
تھے۔ وہ لوگ جو اتنی ذہانت کا ثبوت دے کر کل بھاگے ہوں اسے خوبیاں نہیں ہنا سکتے۔“

”یہ تو آپ بالکل صحیک کہ رہے ہیں۔“ جملہ جلدی سے بولا۔

”اصل میں جو چیز زیادہ حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ اسے چالاک آدمیوں نے سینہ کو اتنی  
بداعتیلی کے ساتھ کیا ہے بس کیا کروہ ان کے پیٹے کھیرتے ہی آزاد ہو کر فیضتے لگا۔ جو لوگ  
اسے ذہین ہوں کرتا قاب کرنے والوں سے پہچاڑانے کے لئے ان پر نوٹ بر سادیں انکی  
حیات نہیں کر سکتے۔“

”کبھی یہ بات بھی سوچنے والی ہے۔“ جملہ نے کہا۔

”بہاں کون ہی انگلی بات ہے جو سچے والی نہیں ہے۔“ حمید بولا۔

”ہاں یہ تو جاؤ۔“ فریدی نے جملہ سے کہا۔ ”بھروسوں نے جو نوٹ پیچکے تھے ان میں سے کوئی نوٹ جھیلی بھی دھیاب ہوا۔“

”می ہاں..... ایک سورپے کا نوٹ ہے؟“ جملہ نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ ”یہ نوٹ ایک پان والے کو ملا تھا جس کی دوکان سینھ اگر وال کی کوشی کے قریب ہے۔“

فریدی نوٹ لے کر دیکھا رہا۔

”اس پر انجیر مل پیک کی ہمپڑی ہوئی ہے۔“ فریدی بولا۔

”میرا رادہ ہو رہا ہے کہ اس نوٹ کو لے کر انجیر مل پیک جاؤں۔“ جملہ نے کہا۔

”نہتہ ملک ہے کہ یہ اب سے ایک سال قتل وہاں سے انتشکیا گیا ہو۔ اس طرح پنج چنانچال ہے۔“

”نہ رآ خربتا یے کہ میں کیا کروں۔“ جملہ نے کہا۔

”دھیرج دھیرج.....!“ فریدی فس کر بولا۔ آخراں جلدی کیوں ہے۔ اس سے بھی معنوی ہرم کی وارداتوں میں محسوس خاک چھانٹی پڑتی ہے۔“

”تم ایک ہی دن میں تاج محل کیوں تحریر کردا تھا چاہئے ہو۔“

”اچھا تو صاحب..... اب میں جا کر سوتا ہوں۔ یہ کیس میرے میں کاروگ نہیں اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اپنی ہائلی کا شوت دوں، اگر آپ نے مجھے حلقت کا آفسر انچارج دیا کہ اس جبال میں پھنسوایا ہے تو آپ ہی اسے بھی سنیا لے۔“

”بھی میں تمہاری مدد کے لئے ہر وقت تیار ہوں.....!“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن اس کی کیا صورت ہوگی۔ رام علیہ السلام کی اور بات تھی محلہ کی نہ کسی طرح نبھائی گیا ہے اس دشواریاں جیش آنکھی ہیں اور پھر اگر کسی طرح بھاڑا پھوٹ گیا تو تمہاری بڑی بحد ہوگی۔ دیسے میں جھیلیں ہرم کے مٹوے دینے کے لئے تیار ہوں۔“

"خیر کچھ سمجھی..... آپ کی مدد کے بغیر یہ گاڑی پڑھنیں آتی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا کہ تمہاری مدد ضرور کروں گا۔ تیر کا اس سلسلہ میں کہلی ایسا اقسام جنہیں  
کر سکتا ہے اس شہرت کو دھکا لے جو تم نے رام عکدے والے کیس میں حاصل کی ہے۔"  
"اچھا تو پھر اب میں چلوں۔" جنکش نے انشتہ ہوئے کہا۔

"ذرا اس نوٹ کا نمبر تو مجھے لکھوا دو۔" فریدی نے الماری پر سے نوٹ بک اٹھائے  
ہوئے کہا۔ جنکش نے نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ نہیں کہ فریدی نے وہ نوٹ اسے پھر  
یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہم تینک مت جانا، درست خواہ تو وہ اپنی ناتھر پر کاری کی وجہ سے کام  
خراب کر دے گے۔ جنکش کے چڑے جانے کے بعد وہ گھری سوچ میں ڈوب گیا۔  
"کہیے کیا خیال ہے۔" مید نے سکرا کر کہا۔

فریدی بھی بے اختیار سکرا پڑا۔

"میری کچھ میں نہیں آتا کہ آخوندوں کیس نے چلائی۔" فریدی نے کہا۔

"میکا تو سوچنے کی بات ہے۔" مید بولا۔ "لیکن آخوندوں کو سمجھی کیا تھی۔"

"ہر بات اگر تمہاری کچھ میں آتے لگے تو بات ہی کیا رہ گئی۔" فریدی نے کہا۔

"آپ نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر پکلنے لگے تو کیا خطر ہوگا۔"

"برخوددار دہزادو پے کا خون اس لئے نہیں کیا تھا کہ پکلنے جائیں۔"

سمجھ میں وقت پر آپ کو سمجھی خوب..... سمجھے تو نہ تھی جو پھول کے حصے

"میں وقت پر نہیں سمجھی..... میں اس کے لئے پہلے ہی سے تیار ہو کر گیا تھا۔ درست یونہی

خواہ تو وہ دہزادو کے بیٹل جیب میں لئے ہوئے کی کیا تھا۔"

"بہر حال خدا کا شتر ہے کہ تیر دخوبی کل آئے۔" مید نے کہا۔

"اور یہ سارا الٹو محض تمہاری وجہ سے ہوا، میں نے تو تم سے اسے باعث منے کیلئے کہہ کر سخت

ٹھللی کی تھی، یہ کام مجھے ہی کرنا چاہیے تھا۔ درست وہ کیا اس کا باپ بھی آواز نہیں کاٹاں سکتا تھا۔"

"اس کا باپ تو واقعی آواز نہ کاٹتا۔ لیکن خدا ایسے بتائیے کہ آخوندوں نے یہ سب کس

لئے کیا تھا۔"

"بھی نہیں..... جب تک یہ معلوم ہو جائے کہ اگر وال پر کوئی کس نے چالی کی تھی، میں پکھتہ تھا تو کہاں گا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس وقت تک اختلاج میں جلا رہوں۔" حمید نے کہا۔

"نہیں، تم اس دوران میں خیر و مروارید اور عرق تھک استعمال کر سکتے ہو۔" فربی خس

کر لوا۔

"اچھا بھی تاد بھیجے کر آپ نے اس تجویری سے کیا چیز ٹھالی تھی جسکا سے بھی علم نہیں۔"

"مکالمہ کیا تم نے، اسے علم کیوں نہیں..... وہ اچھی طرح جاتا ہے۔ ٹھن جاتے کی مت نہیں کر سکتا۔"

"چلے اب تو آپ نے اور بھی الجھاد دیا۔" حمید نے کہا۔ آخراً آپ مجھ سے یہ راز کیوں

چھپا رہے ہیں جبکہ میں آپ کا شریک کار بھی ہوں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ اگر میں جھیں تھا تو اس معاملہ میں تمہاری ساری دلچسپی ختم ہو جائے گی اور تم اچھی طرح کام نہ کر سکو گے۔"

"میں وہ کہتا ہوں کہ اپنی دلچسپی ختم نہ ہونے دوں گا۔" حمید نے کہا۔

"دلچسپی لینا یا نہ لینا اپنے بس کی بات نہیں۔ جتنی زیادہ جو چیز ہماری نظر وہ سے پچشیدہ

رونقی ہے اتنا ہی اسے بے قاب کرنے کے خواہیں مندرجے ہیں اور اس کے ظاہر ہو جانے

کے بعد خود تکوہ ہماری دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔"

"بہر حال تو آپ نہیں تائیں گے۔" حمید نے یہ دلی سے کہا۔

"ارادہ تو سکی ہے اور ساتھ یہ یہ ایسی بھی ہے کہ تمہارا ناموں کے۔"

"اس پر غور کروں گا کہ ہمارا توں یا ناؤں.....!" حمید نے کہا۔ "اچھا بھی تاد بھیجے کر

آخراً آپ نے جملش سے نوٹ کا نمبر کیوں لیا ہے۔"

"ہاں یہ بتا سکتا ہوں، مجھ سے ایک بڑی حفاصلہ ہوئی۔ وہ یہ کہ میں نے ان جھٹلوں میں

کچھ سو روپے کے نوٹ بھی رہنے دیئے تھے مالاگر مجھے یہ زکرنا چاہئے تھا۔ بیک سے وہ روپے کے نوٹ نمبر لکھے بغیر ایشور نے کھڑا چاہتے۔ اگر جلدیں نے اس کے حقیقی چھان میں شروع کر دی ہوتی تو بڑی دلکش آپ تھی۔ میں نے پرسوں ہی بیک سے یہ روپے محفوظ تھے مجھے ایسے ہے کہ میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ خود بیک نہ جائے گا۔

”اگر میں بات تھی تو پھر آپ نے وہ نوٹ اسے والیں کیوں کر دیا۔“

”مگر ایشور..... وہ پھر میرے پاس واپس آجائے گا۔“ فریدی نے کہا۔

”وہ کیسے؟“

”نہایت آسانی سے..... میں نے جو پروگرام اس وقت بیان ہے اس پر عمل کے بغیر کام نہ چلے گا لیکن اس کے لئے خصوصاً جھمیں ہمت سے کام لیتا ہوئے گا۔“

”آپ پھر گول مول ہاتھ کرنے گے۔“

”اچھا تو خیر سن..... اب ہمیں خواتر کی طور پر مختلف مقامات پر اپنی رات والی حرکت دہرانی پڑے گی۔“

”اوے وادو..... اوے وادو..... وادو.....!“

”بس تکل گئی جان.....!“ فریدی نے کہا۔ ”اس کا ذمہ میں لیتا ہوں کہ تم پکڑے نہ چاہ سکو گے۔“

”میں کہتا ہوں آخڑا آپ کو کیا کیا ہے۔“ حیدر نے کہا۔

”بھی جھمیں اس سے کیا بحث..... اگر میرا ساحمند سکتے ہو تو خیر، میں زیر و قی محدود نہ کروں گا۔“

”میری جان عجیب صیانت میں پچھلی۔“ حیدر بولا۔

”جھمیں اس میں پر بٹانی کی کوئی بات نہیں۔ اگر تم اکار کرنا چاہو تو بخوبی کر سکتے ہو۔ مجھے اس کا کوئی ملال نہ ہو گا۔“

”خیر جہاں آپ وہاں میں..... لیکن اتنا تو ہمارے بھتی کہ آپ کے یہاں کے مطابق جب

کل رات آپ کو کامیابی ہو گئی تو پھر اب ادھر ادھر ہر ہر لوگ چانے سے آپ کا کیا مقصود ہے۔“  
”اب تم نے کی ہے قاعدے کی بات..... اچھا سنو..... اب یہ چیز ضروری ہو گئی ہے کہ  
کسی نہ کسی طرح وہ قوت جگہیں کے قدر سے نکالنا ہی ہے ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ  
کسی شکل میں پھنس جائیں۔“

”لیکن اس طرح وہ قوت ہمیں کیسے مل سکے گا۔“

”جب ہم لوگ اسی طرح کی دوستیں عجیب و غریب وارد اٹھیں اور کر گزد ریس کے تو یہ کسی  
خواہ تو وہ سول پولیس کے ہاتھ سے نکل کر ہم ہک آئے گا۔ کیا یہ عجیب بات نہ ہو گی کہ وہ ڈاکو بala  
مقصر لوگوں کے گھروں میں کھس کھس کر تجوڑیوں کا جائزہ لیتے پھرتے ہیں۔“

”سوچا تو آپ نے خوب ہے۔ لیکن.....“

”وکھومنیاں صاف بات..... لیکن دیکھن کا میں قابل نہیں۔ جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں  
اس کے حق میں نے پہلے یہی سے بہت کچھ سوچ رکھا ہے اور اب تو صرف ہمت کی بات ہے۔“  
”غیر صاحب! جیسا بھی کچھ ہو گا دیکھا جائے گا لیکن اتنا تو آپ بھی سمجھتے ہوں گے کہ  
شور و غل ہو جانے کے بعد بھاگ لٹکنے والی ترکیب تو اب کام نہ دے گی کیونکہ اس وقت تک  
اس کی شہرت سارے شہر میں ہو گئی۔ اس لئے اب لوگوں کو چکر نہ دیا جائے گا۔“

”یہ ضروری نہیں کہ میں وہی پرانی لیکر پہنچا رہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اول تو اب ہلا  
ہونے کے امکانات ہی نہ ہونے دوں گا اور اگر اتفاق سے ایسا ہو گیا تو اسی وقت کوئی اور  
تمہیر کری جائے گی لوری تو تم جانتے ہی ہو کر میرا ذہن ہمیشہ خطرات میں پڑنے کے بعد یعنی  
تیزی سے کام شروع کر دتا ہے۔“

”ہملا اس حقیقت سے کس کافر کو اکار ہو سکتا ہے۔ لیکن.....“

”پھر وہی لیکن.....“ فریدی نے جلا کر کہا۔ ”آخر ہمیں لیکن کا خطہ کیوں ہو گیا ہے  
میں تو ہمارا تم سے کہہ رہا ہوں کہ اگر تمہاری ہمت نہ پڑتی ہو تو صاف الکار کر دو۔ میں اکیلے یعنی  
کام کر لوں گا۔“

”آپ پھر غلط سمجھے ہیں۔ میں بہر حال آپ کے ساتھ ہوں گا چاہے آپ وہ کام غلط کر رہے ہوں یا نجی۔ کہنا تو صرف اتنا ہے کہ جب قانون کے محافظتی قانون ٹکنی پر آزادہ ہو جائیں تو پھر اور وہ کام افسوسی مالک ہے۔“

اس بات کو میں شاکر تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ فریبی نے مدد اس امر پر کہا۔ ”لیکن جب تم پر اس کام کی اہمیت ناگہر ہوگی تو تم بھی قانون کے خلاف جرم کی مدد کرنے پر آزادہ ہو جاؤ گے۔ لیکن میں ابھی تھیں اس راز سے آگاہ نہیں کر سکتا۔“

## شہر میں ہلچل

تمنی دن سے شہر کی پولیس نبڑی طرح پریشان تھی۔ سینئر اگر وال کے واقعہ کے بعد سے اب تک اسی طرح کی دو لاور وار داشتی ہو چکی تھیں، شہر کے مشہور دولت مدرسون کی جگہ بیان کوئی  
جا نہیں لیکن کوئی چیز غائب نہ ہوا اور جو بیان کو مکمل نہیں کیا تھا اسے ماف ہی کر کل جائیں۔ اور یہ بھی عجیب بات تھی کہ یہ ساری کی ساری وار داشت جگہ تھیں کے ہی طبق میں ہو رہی تھیں۔ جگہ تھیں کوئی پار فریبی سے مل کر اس سے مدد کا خواہاں ہوا۔ مگر ہر پار اس نے دم دلاسردے کر رخصت کر دیا۔ آج بھی وہ دیر سے بیٹھا فریبی کا دماغ چاٹ رہا تھا۔

اب آپ ہی تباہی کے میں کیا کروں۔ بڑی بد نتیجی ہے میری۔ ”جگہ تھیں نے کہا۔“  
”آج چاہی بھی تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔ آج سیر ارا را دہ ہے کہ رات میں تمہارے حلقو کا گھٹ کروں، مگر یہ بات کسی سے کہنا نہیں۔“

”ارے نہیں صاحب! کبھی زبان پر بھی نہ لاؤں گا۔ آپ کچھ کہیجئے تو.....!“ جگہ تھیں نے کہا۔ ”تو کیا آپ ہم لوگوں کے ساتھ گھٹ کہیجئے گا۔“

”تم لوگوں کے ساتھ گھٹ کرنے سے کیا فائدہ..... تم لوگوں کا طریقہ اگر کار آمد ہو تو تو

اٹے دلوں تک خاک کیوں چھانتی پڑتی۔ میں تمہارے گھست کروں گا۔ میں نے ان بھاگنے والوں کا  
نشانہ اپنے ذہن میں مرتب کر لیا ہے۔“

”تو ابھی بات ہے۔ میں اب مطمئن ہو گیا ہوں..... ممکن ہے رات میں کہیں آپ سے  
ملاقات ہو جائے کیونکہ آج کل میں بھی رات پھر مارا مارا بھرا ہوں۔“ جملہ نے کہا۔

”بات ہی ایک ہے۔“ فریڈی نے کہا۔ ”اور یہ محبوب بات ہے کہ یہ ساری وارداتیں

تمہارے ہی حصہ میں ہو رہی ہیں۔“

”بھی تو بڑی حرمت کی بات ہے۔“ جملہ نے کہا۔ ”ند جانے ان دلوں کو مجھ سے  
کیوں اتنی پر خاش ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ کہیں یہ ہمارے ہی محل کے کسی آدمی کی  
شرارت نہ ہو۔ کیونکہ میرا اتنا جلد ترقی کر جانا ہر ایک کو کلک رہا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں  
میں سے کوئی بیری بدنای کر لے کر شاہ ہو۔“

”تم نے بات تو بہت موقول سوچی ہے۔“ فریڈی نے کہا۔ ”بہت ممکن ہے کہ یہ بات  
ہو، میں بھی اس پر کو عرصہ سے محسوں کر رہا ہوں کہ تمہارے بعض ساتھی تم سے بڑی طرح بٹلے  
گے ہیں۔“

”بھی ہاں سکی تو بات ہے اور سکی وجہ ہے کہ اٹا ہا چھ گلنا کچھ دشوار سامنہ معلوم ہو رہا ہے۔“

”کفرمٹ کرو.....! ہاتھ تو وہ اس طرح لگیں گے کہ بن دیکھتے ہی رہ جاؤ گے کہ ایک

باز پھر کہے دجا ہوں کہ رازداری شرط ہے۔“

”اے آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ میں کوئی پچھوڑ ہوں نہیں کہ حالات کو نہیں بھتتا۔

آپ مطمئن رہئے کہی کہ کافیں کافی خبر دہونے پائے گی، اچھا تو اب میں اجازت چاہوں گا۔“

جملہ کے چلے جانے کے بعد فریڈی بے خاش ہنئے گا۔

”خوب یہ وقف ہارہے ہیں آپ بھارے کو.....!“ جیسے نے کہا۔

”یہ وقف نہیں ہارہا ہوں بلکہ میں اس کے لئے ترقی کے دروازے کو نئے کی کوشش

کر رہا ہوں۔“

”آپ کی باتک آپ جانکی..... یا جانے خدا..... میری بچھیں تو بچھنیں آتا۔“  
 ”تینی بساط کے مطابق کافی بچھ لیتے ہوئے میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میرے بعد تم یعنی  
 میری بچھ لوگے۔“

”بچھا تو اب مجھے بھی کہنا شروع کر دیا۔“ حید نے فس کر کہا۔  
 ”خیر چھڑو داں ہاتوں کو۔“ فریضی نے کہا۔ ”یہ تباہ آج کہاں ہاتھ مارا جائے گا۔“  
 ”لٹکا بچھا بھی چھڑو یے۔“  
 ”بچھا تو اس وقت تک نہیں چھوٹ سکا جب تک کہ کیس میرے ہاتھ میں نہ آ جائے۔“  
 ”اس بار شاید ان گروہوں نے بھی تم کھا رکی ہے کہ مخالف ہم تک نہ کھپتے دیں گے۔“  
 حید نے کہا۔

”کب تک..... کسی دن کوئی الگ حرکت کرنے چھوں گا کہ مخالف خود بخوبی دھلا ہوا ہم تک چا  
 آئے گا۔“ فریضی نے فس کر کہا۔  
 ”تو کیا کوئی بیانگی کھلانے کا ارادہ ہے۔“  
 ”بیخی..... اگر دو دن کے اندر اعذر یہ کیس میرے پر دھیں ہونا تو تم بھرا مجھے گلزار  
 صاحب کے بند میں بھی گھمنا پڑے گا۔“

”اُس دن مجھے محافی رکھئے گا۔“ حید جلدی سے بولا۔  
 ”واہ بیٹا..... یوں افخوس رہے۔ جب اتحان کا وقت آیا تو جان کل گئی۔ تھی تو دیکھی  
 جائے گی تھیاری بہادری۔“

”لا جوں لا لاقو.....!“ حید نے کہا۔ ”لکھی بار آپ کو یقین دلا چکا ہوں کہ میں انجائی  
 بزدل ہوں مگر آپ کچھ ساعت جیں کرتے۔“  
 ”میں جانتا ہوں کہ تم مذاق کرتے ہو۔“  
 ”تی نہیں..... آپ اس طرح مت جان لیا کچھ۔ میں انجائی بزدل واقع ہوا ہوں۔“  
 ”اچھا بکواں ہند، آج سیٹھ کرم چند کے بیان..... کیا کچھ۔“

”مارڈا لالا..... اے“ حمید پر بکھلا کر بولا۔ آج یعنی پہلیں جائیں گے۔ اورے اس کی کوئی  
تو کوئی کے قریب نہیں ہے۔“

”ہو گئی..... اے“ فریضی نے کہا۔ ”اس سے کیا ہوتا ہے۔“

”اس سے کچھ ہوتا ہی نہیں..... اورے اس سے یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات کوئی گل  
جانے کا خطرہ ہوتا ہے، پھر کہ بند کر دیجے جانے کا اختیار رہتا ہے..... اور..... اے۔“

”آج چھا اچھا رہنے دیجئے..... آج میں اکیلے ہی جاؤں گا۔“

”خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے..... اے“ حمید نے کہا۔

”آج چھا تو کیا دلچی آپ اسے کیجئے..... برخود اس بیگر میں نہ رہتا۔ تم تو کیا تھا مردی  
کھیلان بھی جیلسیں گی۔“

”آپ شوق سے ہیری کھیلوں کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ مجھے کوئی اصرار نہ ہوگا۔  
لیکن مجھے معاف ہی کر دیجئے تو زیادہ بہتر ہے۔“

”بہت اچھا..... دیکھا جائے گا۔“ فریضی نے جھنملا کر کجا اور آنکھیں بند کر کے آرام  
کری پڑیں گیا۔

”حید بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ دلخواہ مکرانے کا اس کے چھرے پر شرات کے آہار پیدا  
ہو گئے تھے۔“

”میرے خیال سے تو آج بھی دہیں چلتا چاہئے جہاں کل گئے تھے۔“ حمید بولا۔

”یہ بتا خیال آپ کے ذہن میں کیسے پیدا ہوا۔“ فریضی نے پرستور آنکھیں بند کئے  
ہوئے کہا۔

”وہ جو دہاں سوری گی کیا چیز تھی..... خدا کی حرم..... اے“ حمید نے کہا۔

”آچھا ہی..... اے“ فریضی نے آنکھیں مکول دیں۔

”سکون..... کیا آپ کو پسند نہیں آئی۔“

”تو کیا میں دہاں اسی کو پسند کرنے تھی تھا۔“

”تو اور کیا..... اس طرح لوگوں کے گھروں میں سمجھتے ہوئے کا اور کیا مقدمہ ہو سکتا ہے۔“

”بہت خوب..... یقینی دریافت ہے۔ کیا کہتا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ چاہے جتنا ہائی سمجھتے تو اب یقین آگیا ہے کہ یہ آپ کی پنچھوئی جنی زندگی  
کی ایجاد ہے۔“ حیدر جنیدی گی سے بولا۔

”وکیوں میاں حیدر تم ابھی صاحبِ راہے ہو۔“ فریدی خس کر بولا۔ ”تم اس طرح کی  
مختکر کے گھر سے میرا راز نہیں اگوا سکتے۔ یہ ساری باتیں جھیں اسی وقت معلوم ہو سکتیں گی  
جب میں چاہوں گا۔“

حیدر جنیدی کر خاموش ہو گیا۔

”اور اگر تم اس راز کو معلوم کرنے کے لئے اچھے ہی بے ممتن ہو تو ہر جھیں وہی کہ  
چاہے جو میں کہوں۔“

”اے صاحب تو میں نے الارکب کیا ہے۔“ حیدر نے کہا۔

”جیں..... تم شاہزادی گھر کو تباہ کر دیجئے میرا کام نہ مل سکے گا۔ تمہارا یہ خیال غلط  
ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکھ..... آپ تو پھر نہ راضی ہو سکتے۔ میں کب کہتا ہوں کہ میں آپکا ساتھ نہ دوں گا۔“

”محبی بات ہے تو اسی بات پر اب تیاری شروع کر دو۔ اس وقت پانچ بجے ہیں۔ تھیک  
ایک بجے ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ جھوٹی کار کے نمبر کی پلیٹ بدلت دو اور ہاں  
اس کے اوپر دوسرا پاٹش تو ہو یعنی گیا ہو گا۔“

”جی ہاں..... ہرے رنگ کا پاٹش کر دیا ہے۔“

”بہت خوب.....! تو کوئوں سے تو مدد نہیں لی جی۔“

”آپ شاہزادی ہی تو اگھا مزدی سی سمجھتے ہیں۔“

”رازا نہیں۔ لبڑ کچھ ضرور سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آؤ ذمہ اچل کر اسے دیکھ لیں۔“

فریدی اور حیدر کرے سے کل کر کریاج کی طرف آئے۔ حیدر نے کریاج کا تالا کھووا۔ یہ

گیراج بیش بیندر جاتا تھا۔ اس میں ایک بھوٹی ہی کلاچی ہے فریبی خصوصی موقوں پر استھان  
کرتا تھا۔ اس کے بہت سے ملخ والوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ فریبی کے پاس دو کاروں  
ہیں۔ ملاخیں میں سے صرف ڈناریہ کو اس کا علم تھا لیکن اسے بھی آج تک اس کا کاروں کا  
اتفاق نہ ہوا تھا۔ شہر میں ہوتے والی وادیا توں کے سلسلہ میں آج کل فریبی اور حید اسی کا رک  
استھان کر دے ہے تھے۔ وہ قاتل اس کا اپنے ایک چائک بیگر دیا جیسا کرتا تھا۔ یہ خدمت حید کے  
سپردی تھی۔ وہ کسی کی طرح اسے الایسی حاصل پہت کر کر دیا کرتا تھا۔  
”توں نے گیراج میں جا کر کہا کہ جائزہ میں پاہر لکھ لائے۔“

”اُمرے یہ اس وقت ..... یہ محترم کو اس سے پہنچ پڑی۔“ فریبی نے چائک کی طرف  
دیکھنے ہوئے کہا۔

”حید نے بھی پلت کر دکھا، شہزادہ وہی چائک سے احمد آری تھی۔“

”کہوں کیا آپ کو اس کا آنا گران گزنا ہے۔“ حید نے کہا۔

”نہیں بھی۔ اس وقت کی بات ہے، معلوم نہیں تھی وہی سعک میٹنے، سازی سے فوت ہوئی  
چکے ہیں۔“ فریبی بولا۔

”خیر ٹھر ہے کہ آپ لوگ ملے تو۔“ شہزاد قریب آ کر بولی۔ ”میں کل بھی آئی تھی۔“

”کیا تاک میں آج کل ہم لوگ بہت بُری طرح مشغول رہتے ہیں۔“ فریبی نے کہا۔

”چلو اندر چلو۔“

”وہ تجویں ذرا بیگ روم میں آ کر بیٹھے گئے۔“

”میں اس لئے آئی ہوں کہ آج سماں رات کا آخری دن ہے۔“

”کیا مطلب .....؟“ فریبی شہزاد آئر بھی کے ساتھ بولا۔

شہزاد اپنے جملہ کی حراثت پر جھینپٹ گئی۔

”میرا مطلب یہ ہے کہ کل ملاخیں دھرمی قلم لگ جائے گی۔“ شہزاد جھینپٹ ہوئے اعاذ  
میں بولی۔

”اوہ تو پکو کرم آج قلم سہاگ بات دیکھنا چاہتی ہو۔“ فردی نے کہا۔  
”تی ہاں۔۔۔“

”تو جا کر دیکھ آؤ، ابھی قلم ہے۔“

”اے کلیے دیکھ آؤں، کیا آپ لوگ نہ پہنچیں گے۔“

”جنیں بھائی..... ابھی ”عن دن تک ہم لوگ بہت زیادہ مشغول رہیں گے۔“ فردی  
نے کہا۔ ”اچھاں ابھی آتا ہوں۔“

فردی پاہر چلا کیا۔

شہزاد اس طرح خدا کے بھتی جعلی تھی جیسے دہید سے روٹی جعلی ہو۔

”کیوں کیا لات ہے، کیا مجھ سے ناراض ہو۔“ حیدر نے کہا۔

”میں کون ہوتی ہوں ناراض ہوتا ہو، بھلاکے مستون سے کوئی ناراض بھی ہوتا ہے۔“

”بھروسی بات، آخر تم مجھے اتنا حلقی کیوں ہو۔“

”یہ لمحے یہ دوسرا رعنی، میں جعلی کون ہوں ستانے والی۔“

”اے خوش لے کیا کیا ہے جو اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔“

”میری باتیں اسی طرح بُری کُتی ہیں آپ کہ، اچھا لمحے پلی جاتی ہوں۔“

”میرے بھتی جیسو..... اے میں نے کیا کہ دیا جو اس طرح ناراض ہوتی ہو۔ اے  
اے سخو تھی۔“

”بھتی صاحب..... میں واقعی بڑی بے جای ہوں کہ خدا نکواہ آپ کے چھپے کتی ہوں۔“

”خدا کے لئے نکواہ تو سمجھی کر میرا کیا قصور ہے۔ خدا نکواہ اس طرح سے گلنے کی کیا  
ضرورت ہے۔“

”میری توہر بات اسی طرح خدا نکواہ کی ہوتی ہے۔“

”دیکھو میں اپنا سر پھرڈلوں گا۔“

”جنیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، میں انشاء اللہ بھی آپ سے نہ ملوں گی۔“

”آخر کیوں.....؟“

”مجھے کیا پڑی ہے کہ خدا تو اد آپ سے ہاتھی کر کے آپ کا سر پھوڑوا دالوں۔“

”خدا کی حرم میں ہار گیا، لو بولتا ہوں ..... گلدوں کوں، گلدوں کوں، گلدوں ..... !“

”اُرے اُرے چپ رہے۔ فربیدی صاحب کیا کہیں گے۔“ شہزاد حرم اُر بولی۔

”میں صاحب..... میں تو بلوں گا..... گلدوں کوں ..... !“

”خدا کے لئے چپ رہے، یا آپ کیا کرنے لگے۔“

”فربیدی صاحب پچھیں کے تو کہہ دوں گا کہ تم اس وقت مجھ سے صرف سرخے کی بولی  
شکے لئے آئی حرم۔ گلدوں کوں ..... گلدوں کوں ..... !“

”خدا کے لئے چپ رہے ..... یا آپ کیا کرنے لگے۔“

”اچھا وہ کو کہاب میں بھی باتیں کوں کو گی۔ درد میں یونہی پچھے جاؤں گا۔“

”اچھا بایا..... میں ہار گئی تین یہ تائیے کہ آپ دو تین دن سے آئے کیوں نہیں، آج  
میرے ساتھ قدم دیکھنے کے لئے کیوں نہیں پڑھے۔“

”ہاں یوں بات کردی، بات یہ ہے کہ آجکل ایک خاص مسئلہ ہے۔“ شہزاد جو دعا تمل  
ہو ری ہیں اُنکے حلقوں تو تم سن عی پچھی ہو گی، آج کل رات بھر ہم لوگوں کو گفت کرنا پڑتا ہے۔“

”واقعی یہ دار دامتیں عجیب ہیں، سارے شہر میں پہلی بھی ہوئی ہے۔ میں نے ۲۷ آج تک  
اس حرم کی دار دامتیں نہیں سئیں، بکھر میں نہیں آتا کہ پڑا کو گروں میں کیوں گھستے بھرتے ہیں  
جب کہ دہاں سے کوئی چچ لے نہیں جاتے۔“

”تکی تو حرمت کی بات ہے ..... !“ حیدر گلشنی بھپکاتے ہوئے بولا۔ ”اس حالانکے میں  
فریدی صاحب جیسا مثاق بساوں بھی جوان ہے۔“

”لوگوں کا خیال ہے کہ ڈاکوؤں کو کسی خاص چیز کی طاقت ہے۔“ شہزاد بولی۔

”بھم لوگ بھی بھی سوچ رہے ہیں۔“ حیدر نے کہا۔

”کوئی بھی عجیب بات ہے کہ یہ ڈاکوؤں تو کسی پر حل کرتے ہیں اور نہ اس سے ذرا تے

ہیں کہیں وہ پکارنے لئے جائیں، سچھا اگر وال کے بیان جب وہ کسے تھے لہت سے تو اس بات کر پڑے گئے، عجیب و غریب لوگ ہیں۔“

”لوگ انہیں نہ ابھالا تو ضرور کہتے ہوں گے۔“ حمید بولا۔

”نہیں یہ بات بخشنی لوگ تو ان کی دلیری کی تحریف کرتے ہیں۔“

”یہ بھی عجیب بات ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اگر کبھی ہم لوگوں کے ہتھے چڑھے گئے تو ہم بے درجے کوئی چلا دیں گے۔“

”آخر یہ کیوں..... انہوں نے کسی کوئی تھان اتو پہنچا لائیں۔“

”یہی کیا کم تھان ہے کہ آج کل لوگ رات بھروسے نہیں۔“ فریدی نے کرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا ان لوگوں کے تھلیں آپ کا کیا خیال ہے۔“ شہزاد نے فرمایا سے پوچھا۔

”یہی کہ وہ لوگ پولیس کو اس پچکر میں ڈال کر کلی جوی دارداد کرنا چاہتے ہیں۔“

فریدی نے بتایا۔

”آپ کا خیال تھیک معلوم ہتا ہے، بہت سے لوگوں کا بھی خیال ہے۔“ شہزاد نے تائید کی۔

”واثق مجھے افسوس ہے کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ ملزم دیکھنے نہ جاسکیں گے۔“ فریدی نے

قدرے انہوں ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”خیر بھر کی تھیں تم آج جا کر سہاگ رات دیکھ آؤ۔“

## جھاڑیوں میں

رات تاریک تھی۔ غھامیں سایا بیان اڑری تھیں۔ وقت کا دیجنا شاہد اس وقت کوہ زبرہ سے دیبا کی طرف جماں کر رہا تھا۔ سردی بہریوں میں سچھی معلوم ہو رہی تھی۔ شاید اس وقت سونے والوں کے خواب بکھر مجدد ہو کر رہے گئے ہوں گے۔

مکنڈ گھر نے دو بجائے اور سینئر کرم چند کے پائیں باغ کے پھاٹک کے سامنے ایک  
چھوٹی سی ہرے رنگ کی کار آ کر رکی۔ فریدی اور حمید سیاہ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھاں  
سے اپنے چہرے چھپائے اور کر پھاٹک کے اندر واٹل ہوئے۔ خدا غراہت کی آواز سنائی دی  
اور ایک بڑا سا لکان پر بجھٹ پڑا۔ لیکن وہرے ہی لوگ فریدی کے سامنے لٹک لے گئے ہوئے مقتول  
کی دل گولیوں نے اسے بھڑ کے لئے خاموش کر دیا۔ کتنے کی غراہت کی وجہ سے شاکر کوئی کا  
چکیدار اونچتے اونچتے چکف پڑا تھا۔

”بھائی، بھائی!“ اس نے کتنے کو آواز دی۔

بھوکٹے کی آواز نہ پا کرہو کھاتا تھکھاتا پھاٹک کی طرف جو ہوا۔

”میرے خیال سے اب بھاگنا چاہئے۔“ حمید نے پچھے سے کہا۔

”ہشت..... میرے پیچے آؤ۔“ فریدی نے آہستہ سے کھاڑا رہا تھی کی مگری جھاڑیوں میں

چھپ گیا۔ حمید اس کے پیچے تھا۔

چکیدار نے ہارچ روشن کی اور اصر اُھر دیکھا شروع کیا۔

”اے پیٹھیگر کو کیا ہو گیا۔“ وہ خود عیوب پڑایا۔ ”اے خون! اے کس نے ملدا!“ اب

وہ شاید کوئی کے ملازوں کے نام لے لے کر بھی رہا تھا۔ بھروسہ جتنا ہوا کوئی کی طرف بھاگا۔

”اب بھی قیمت ہے کہ کل چلے، ورنہ بڑی صیحت میں پھنس جائیں گے۔“ حمید نے

آہستہ سے کہا۔

”سی تو بھریں مرقع ہے گھر میں واٹل ہونے کا۔“ فریدی نے کہا۔

”آن شاید پکلے ہی جائیں گے۔“ حمید بولا۔

”بکوات!“

انتہی میں ہماریک ہادیے کے سارے بلب روشن ہو گئے اور باغ میں کافی ابلا ہو گیا۔

کچھ لوگ دوڑ کر پھاٹک کے قریب آئے اور کتنے کی لاش کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ اب ایک اپھا

خاسا شور و غل شروع ہو گیا تھا۔ خدا کوئی پلیس کی لاری پھاٹک کے سامنے آ کر رکی۔

”کیا بات ہے.....؟“ لاری سے کسی نے لوچی آواز میں پوچھا۔  
دوستن آدمی دوڑ کر لاری کے قریب گئے اور کچھ کہتے رہے۔  
لاری سے آٹھویں پائی اور ایک سب اسکلرا اتر پڑے۔  
سب اسکلرا چاہک میں کھڑے ہو کر پایوں سے بولا۔ ”وہ دیکھو دیاں کارکشی کھڑی  
ہے کیا یہ ستمھ صاحب کی تھیں۔“

”میں نہیں سرکار..... خاری سب گاڑیاں گیرائیں ہیں۔“

اسکلرا نے ہرچ کی روشنی میں کار کا جائزہ لے ماٹروں کیا۔

”مگر یہ تو ہرے رنگ کی ہے۔ واکوں کی کار تو سیاہ رنگ کی سنی جاتی ہے۔ رحیم خان تم  
ذرجا کر اس کا غیرہ تو دیکھو۔“

”یہ جملہ مسلم ہوتا ہے، نہ ہے پچھنے۔“ حید نے آہستہ سے کہا۔

”خاموش رو.....!“ فرمی دولا۔

جمدیں کتے کی لاش پر جھکا ہوا تھا۔

”ابھی ابھی کسی نے اس پر گولی چالی ہے۔“ جملہ نے پاس کھڑے ہوئے آدمیوں کی  
طرف مڑ کر کہا۔ ”تعجب ہے کہ تم لوگوں نے گولی پڑھ کی آواز تھیں سنی۔“

”نہیں سرکار.....!“ چوکیہار بولا۔ ”میں تھیں برآمدے میں بینجا چاگ رہا تھا میں نے

اس کے غرائب کی آواز سنی تھی لیکن کوئی کی آواز مجھے تھیں سنائی رہی۔“

”وارونہ تھی..... گاڑی کا غیرہ مسلم تھیں ہوئے.....!“ اس آدمی نے لوث کر کہا جو  
کار کا نمبر دیکھنے کیا تھا۔

جمدیں نے کاشیلوں کو پاہج کے اعدماں پالیا۔

”ضرور کوئی نہ کئی تھیں چھا بھا ہے۔ آڈھاں کریں اور تم رحیم خاں جا کر اس کار کی  
نگرانی کرو۔“

”یہ بہت نہ اہوا.....!“ فرمی نے آہستہ سے کہا۔ ”چھا آؤ..... اب چہار دیواری کو

بھلا کتنا کوئی مکمل کام نہیں۔ قبیل اس کے کر ریسم خان کا رنک پچھے ہمیں اس پر بھتی جانا چاہئے۔“  
چار دیواری ماتحتی کی پڑ سے بالکل لی ہوئی تھی اور جھلاؤں سے بچنی تھی۔ اس نے وہ  
دوقون بینگر کی کی نظر پڑے ہوئے باہر نکل گئے۔

ریسم خال کا دروازہ مکھول کر اندر قدم رکھنا چاہتا تھا کہ فوجی کا زور دا گھومنہ اس  
کی ہائی بینگلی پر پڑا۔ ریسم خال کے منہ سے بچنے کا لیٹ کی لور وہ اچھل کر سڑک کے کنارے  
جا گرا۔ دوسرے لوگوں میں کا راستا رہ بھی تھی۔ جلدیں وغیرہ ریسم خال کی بینگل کی وجہ  
تھے کہ کا راستا رہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سب شور جاتے ہوئے دوڑے گر کر اتی دری  
میں سچکر دیگر آگے جا بھی تھی۔

”چلو چلو..... جلدی لا ری میں بیٹھو۔“ جلدیں بیٹھا۔ لا ری کی طرف جپتا۔ بدھوای میں  
لوگوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ ان کا ایک ساتھی سڑک کے کنارے بیچوں پڑا ہے۔ پولیس کی  
لا ری کا تعاقب کر رہی تھی۔

”دیکھا آپ نے..... میں نہ کہتا تھا۔“ حید نے ہاتھ پھونے کیا۔

”تم تباہی خاۓ چند ہو، یہ جیسی دیکھتے کہ جو کتنا آیا۔“ فوجی فس کر بولا۔

”مگر ایسے نہیں، ابھی اور آئے گا جو..... آج خدا ہی عزت رکھے تو مسلم ہو، پولیس  
کی لا ری بہار رکھتا۔ کچھ جاری ہے۔“

”تو رو نہیں پیدا..... وہ لوگ ہماری گرد کو بھی نہ پاسکیں گے.....!“ فوجی نے کہا۔

”و دیکھتے جیسی کوہ وہم سے کسی قدر بچے ہیں۔ نہ تم رفتار بڑھاتے رہو۔“

”اور جو ایکیٹھا ہو جائے تو۔“ حید نے کہا۔

”اس کی پروادتی مرت کرو۔ اس وقت ایکیٹھت کا کوئی امکان نہیں اور پھر ہم تو جگل کی  
طرف جا رہے ہیں۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ اسی طرح اندر جا دھنڈ بھاگتے رہیں گے اور وہ لوگ  
ہمارا بچھا کرتے رہیں گے۔ جب ہماری گاڑی کا پڑوں ختم ہو جائے گا تو ہم ہر لئے جائیں۔

گے۔ ”جید نے کہا۔

”کون جانے اُنہیں کی لاری کا پتوں پہلے ختم ہو جائے۔“ فریبی نے کہا۔  
”اگر آپ اسی بھروسہ پر بیٹھے ہیں جب تو ہو چکا۔“ جید کی آواز میں بیزاری ہی تھی۔  
”اچھا تمہروں میں اس لمحے کو یقیناً تو قوف بناتا ہوں۔ اگلے موڑ پر کار آہستہ کر دیجاتا ہے اور  
جاڈیں گا اور پھر تم خیزی سے آگے بڑھ جاتا۔“

”اُس سے کیا ہو گا۔“ جید نے کہا۔

”میں پولیس کی لاری روک کر جسمیں تکل جانے کا موقع دوں گا۔ راست قوم نے دیکھا ہی  
ہے۔“ فریبی نے سکرا کر کہا۔

جید خاموش رہا۔

”وقارِ جمی کرو.....!“ فریبی نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ”لاری نظر جمیں  
آری ہے جلدی کرو۔“

جید نے کار کی روپاں رفیعی کو دیکھ دی۔

فریبی آہستہ سے اڑ گیا اور کار پھر فرائے بھرنے لگی۔ فریبی سڑک کے کنارے اونچی  
اوچی جماڑیوں کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے ہی پولیس کی لاری دکھالی دی اس نے اپنے  
پتوں سے اسی طرف فائر کرنے شروع کر دیئے جوہر جید کی کار کی تھی۔

جکلٹیں نے قاروں کی آواز سن لاری روکا دی۔ فریبی بدستور فائر کے چار ہاتھ۔ پولیس  
والے اس کی طرف دوڑے، دھڑا کسی نے جماڑیوں کے پیچے سے فریبی کو اندر سکھ لیا۔ فریبی  
جماڑیوں میں الجہ کر چکا، ساتھ میں دو تین آدی اس پر ٹوٹ چکے۔

”جکلٹیں جکلٹیں.....!“ فریبی چھپا۔ ”دوڑو..... درٹی۔“ وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ کسی  
نے اس کا منہ دہالیا۔

پولیس والے جماڑیوں کے اندر گھس چکے۔ جماڑیوں میں محب قم کا خلشاڑ رہا تھا۔  
تصویری دری میں ریو الوروں کی چنگاہیاں چکتے گئیں۔

پولیس پارٹی نے بھی فائر ون کا جواب دیا شروع کر دیا۔ تھوڑی دری بعد جائف سٹ سے  
فائز ہونے پڑے گئے۔ اب پولیس والے آہستہ آہستہ آگے کی طرف ریکر ہے تھے  
ذخیرہ میڈی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ پولیس والے اٹھ کر سڑک کی طرف  
بھاگے۔ پولیس کی لاری اندر ہیری سڑک پر روشنی سمجھتی ہوئی آگے کی طرف بھاگی پڑی تھی۔  
”لو یہ تھی مصیبت آئی۔“ جلدیں جلا کر ماتھے پر ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ ”کجھت بڑی  
زبردست چوتھے گئے۔ اب تم سب لوگ اپنی اپنی لوگوں کو روپیتھے لو..... لاری گئی۔“  
”تو سرکار اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ کسی ایک کی ذمیثی موثر پر لگادی ہوتی۔“ ایک  
کاشیل نے کہا۔

”ہاں ہاں اب محی پر تو سارا الram آئے گا۔“ جلدیں نے کہا۔ ”مگر آخفریڈی صاحب  
کیا ہو گے۔ میں نے ان کی آواز صاف بھیجنی تھی، آواز انہیں خلاش کریں۔“

”اور صاحب لاری کا کیا ہو گا۔“ ایک کاشیل بولا۔  
”ہو گا کیا..... بورا بہری کیا سکتا ہے۔ تن پر تقدیر نہیں، جو کچھ ہو گا کیا جائے گا۔“  
وہ سب دوبارہ نارچوں کی روشنی میں جلا جاؤں میں کھس پڑے قرب و جوار کا جھو جھو  
چھان ماہاگر کسی کا کوئی سراغ نہ تلا۔ چنان فریڈی کہرا مقاومہ ہاں انہیں ایک لٹک بیٹھ زمین پر  
پڑی ہوئی تھی جس پر تازہ خون کے دھیتے تھے۔ جلدیں الٹ پلٹ فور سے دیکھنے لگا۔

”چلو یہ ایک کام کی چیز ہی..... شاید اسی سے کوئی سراغ نہ ہے۔“ جلدیں نے کہا۔ ”مگر  
بڑی حیرت کی بات ہے کہ آخفریڈی صاحب کیا ہو گئے۔ میں نے اپنی صاف آواز بھیجنی تھی۔“  
”حضور آپ کو ہو کا ہوا ہو گا..... ایک کاشیل بولا۔“

”ہم مکن..... میرے کان مجھے ہو کا ٹھیں دے سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکو انہیں پکڑ لے  
گئے۔ معلوم ٹھیں بے چارے پر کیا اتنا دپڑی۔“  
”ہو گا سرکار..... مجھے تاری کی گل کھائے چاہتی ہے۔ دیکھے اب کیا ہوتا ہے۔“ ایک  
کاشیل نے کہا۔

”بھی اب اس کا تذکرہ مت کرو۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا تم میں سے کسی سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ گوئی چلا کر لاری کا ایک آدمی ہر عین برس کر دیتا۔“ جنڈیش نے کہا۔

## حیرت

”وسرے دن مجھ کتوالی میں انس نبی کے کرے میں چیف ایجنٹری آئی ڈی اس ارجمند حیدر، انس نبی اور ایجنٹر جنڈیش پیشے چاول خیال کر رہے تھے، بیرونی دفاتر والی خون آمد لفت پرست رکھی ہوئی تھی۔

”مہیدم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ فلک پرست فریبی کی ہے۔“ چیف ایجنٹر نے کہا۔  
”اڑے صاحب! مجھ سے زیادہ اسے کون پہچانے گا۔ دیکھئے اس کے اندر جو سانپ کا سر ہا ہوا ہے یہ فریبی صاحب نے میرے ہنی سامنے قاؤشن میں سے بنایا تھا۔“

”آخراں ہوں نے یہ بھلایا ہی کیوں تھا۔“ انس نبی بولا۔  
”یونی میشے باعث کر رہے تھے قاؤشن میں ہاتھ میں تھا۔ تو نبی گوہ میں رکھی تھی، ہاتھ کرتے جاتے تھے اور تصویر بناتے جاتے تھے۔“

”کیا جاؤں.....؟“ چیف ایجنٹر نے کہا۔ ”میں نے سیکھلوں پار کجھ لیا کہ خواہ تجوہ ہر سماں میں ہاگہ مت از لایا کرو، مگر اسے تو چیزے خدا ہو گیا تھا۔ چلا پہنچنا تو جانا ہی نہ تھا، معلوم نہیں کیا اختر ہو۔“

”اڑے صاحب کیا جاؤں ساری قلیلی بیری اپنی ہے۔“ میں ان سے دو ساتھ طور پر مدد کا طالب ہوتا اور نہ وہ اس مصیبت میں چلا ہو جے۔“ جنڈیش نے گلوکیر آواز میں کہا۔  
حیدر کے پھرے پر ہوا نیاں اڑاں تھیں۔ اس کی بھی میں نہیں آرہا تھا کرو، کیا کرے۔  
”اور صاحب ایسے ڈاکو تو آج تک بیری نظر وہیں سے نہیں گزرے۔“ انس نبی بولا۔

"اگر بھی تکمیل کرو، میں نہیں آسکا کہ کہ آخر وہ چاہئے کیا ہیں۔ حرمت تو اس پر ہے کہ وہ لاری بھی بھاں چھوڑ گئے، بلا کے دلیر واقع ہوئے ہیں۔"

"اسی چیز نے تو فریدی کو نکلا شہ میٹنے دیا، بھلا اس سے اتنا مجر کہاں ہو سکتا تھا کہ وہ باقاعدہ طور پر یہ کس اپنے ہاتھ میں آنے کا انظار کرتا۔" چیف اسپلائر نے کہا۔

"کچھ بھی ہو، مجھے تو بڑا کہ ہو رہا ہے....." ایں بھی بولا۔ "وہ سارے صوبے میں تو کیا تمام ہندوستان میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اگر خدا غواست اسے کچھ ہو گیا تو یہ سارے ہندوستان عکے لئے ایک ناقابل عالیٰ نقصان ہوگا۔"

"اپ میں کیا تاذد۔" چیف اسپلائر نے کہا۔ "میرا تو داہما بارزو ٹوٹ گیا۔ میعنی مائے مجھے ہات کئے میں کوئی پھکاہت نہیں۔ میرے ٹھکر کا بھرم اسی کے مم سے قائم تھا۔"

"اُس میں کیا تھک ہے۔" ایں بھی بولا۔ "اچھا صاحب تو یہ کس اب میں آپ کے ٹھکر کے پر درکرنا ہوں اب یہ ہمارے بیس کا دروگ نہیں رہا۔"

"خیر اب میں چلوں گا،" وفت میرا موڑ تھیک نہیں۔ "چیف اسپلائر اٹھتے ہوئے بولا۔" آپ کیس کے سارے کاغذات سارے جنت حید کے حوالے کر دیجئے۔ بہت جلد تینیں شروع کر دوں گا۔ یا بہت ممکن ہے کہ خود میں اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لوں۔ کیونکہ فریدی کا اس طرح غائب ہو جانا میرے لئے بہت تکلیف ہے۔"

چیف اسپلائر کے پڑپتے جانے کے بعد حید نے کاغذات لئے اور فقر جانے کی بجائے سیدھا گمراہی۔ سب سے پہلے اسے وہ کام انجام دیا تھا جس کے لئے اتنی دردسری مول لی گئی تھی۔ سورپہ کا توٹ انہی کاغذات میں نہیں تھا اس نے وہ توٹ کال کر اس کی جگہ دوسرا توٹ نہیں کر دیا۔ لیکن اب زحمت یہ آپ پری تھی کہ توٹ کا وہ بہر کس طرح مطیا جائے جو جلدیش نے اپنی روپرٹ میں لکھا تھا۔ حید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا مگر اس طرح چونکا جیسے اسے کچھ یاد آگئی ہو۔ وہ اخلاقوں فریدی کے غایبات کے کمرے سے ایک قیشی کال لایا۔ جس میں سفر رنگ کی کوئی سیال نہ تھی۔ یہ ایک سیاہی اڑانے کا نارو نایاب لوشن تھا، جسے فریدی نے ایک

نیپالی سیاح سے بولیا تھا۔ لوشن لگاتے ہی نوٹ کا نمبر کاغذ سے اس طرح غائب ہو گیا چھپے وہاں  
کبھی کچھ لکھا ہی نہ گیا تھا۔ کاغذ خلک ہو جانے کے بعد حمید نے اسی جگہ اپنے گئے ہوئے نوٹ  
کے نمبر لکھ دیے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ آنکھیں بند کر کے آرام کری پڑیت گیا۔ اس کا  
دماغ بالکل تمجد ہو کر رہ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے، پس نہیں وہ لوگ  
فریڈی کو پکار لے گئے یا انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ فلت جیٹ پر خون کے دھبے کوئی اچھا  
ٹھکون نہیں۔ کبھی وہ سوچتا تھا کہ فریڈی مصلحت غائب ہو گیا ہو۔ اس سے قبل بھی وہ کتنی بار  
غائب ہو چکا تھا۔ مگر اس بار تو اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا۔ آخر یہ لوگوں کے گھروں میں مجھے  
پہنچا کیا تھی رکھتا ہے۔ وہ کوئی چیز ہے جسے فریڈی سینہ اگر وال کی تجویزی سے نکال کر لایا تھا۔  
یقیناً وہ چیز انتہائی حیرت انگیز ہو گی۔ میں کی پوری پر اس کا مالک بھی منہجیں محول ملکا۔ عجب حرم  
کا گورنر دھندا تھا۔ آخر سینہ اگر وال نے پلیس کو ہو کے میں کیوں رکھا ہے۔ جبکہ حیثا کوئی  
چیز اس کی تجویزی سے جو ایسی گئی ہے ٹھین وہ پلیس کو بتاتا کیوں نہیں۔ ”

آفس کا وقت ہو گیا تھا۔ حمید نے کھانا کھا کر کپڑے بدالے اور کاغذات جیب میں رکھ کر  
آفس جانے کے لئے باہر لٹکا۔ فریڈی کی بڑی کارکنی دن سے خراب تھی۔ اس لئے آج کل میں  
پر بیٹھ کر آفس جانا پڑتا تھا۔ وہ چورا ہے بک پیول آیا اور انتقال کرنے لگا۔ تجویزی دیر کے بعد  
بس آئی اور وہ اس پر بیٹھ گیا۔ میں تھیز بہت زیادہ تھی اس لئے اسے کھڑے رہنا پڑا۔  
آفس پہنچ کر وہ سیدھا چیف اسپلائز کے کمرے میں گیا۔ وہ کچھ لکھ رہا تھا۔ حمید کو دیکھ کر  
بیٹھنے کا اشارہ کر کے پھر لکھنے لگا۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بات ہے۔“ چیف اسپلائز قلم رکھ کر کری کی پشت سے بک  
لگاتے ہوئے بولا۔

”لیکن عرض کروں.....!“ حمید نے کہا۔

”لیکن تم اس سے پہلے سے واقع تھے کہ فریڈی جملیش کے کہنے پر اس کسی کی تھیں  
کہ رہا تھا۔“ چیف اسپلائز نے کہا۔

”جی جن..... میرے خیال سے تو انہوں نے اسے نکل کے کچھ یونہی سے جملہ کہ  
”دیئے تھے۔“

مگر جنہیں تو کہتا ہے کہ فریڈی نے اسے موقع و ارادات پر آواز دی تھی۔

”جن ہے ایسا ہی ہوا ہو گئیں یہ بات میرے علم میں نہیں۔“

”اچھا وہ کافی نہ لائے ہو۔“

”جی ہاں.....!“ حید نے جیب میں ہاتھ دلاتے ہوئے کہا۔ جن یک یہک اس کے  
چہرے پر مردی چھانگی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یکے بعد دیگرے وہ اپنی ساری صبوحی کی علاشی  
لے رہا تھا۔ اس کے ماتحت پر پیٹ کی پوچھیں ابھر آئیں۔

”کیوں کیا بات ہے۔“ جیف اپنکے لئے حرمت سے پوچھا۔

”م..... م..... معلوم..... ہوتا ہے لکھ..... کسی نے جیب سے کھال لیا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”جی ہاں اس نے اسی جیب میں رکھ کے تھے۔“

”کمال کیا تم لے..... یہ جیب بھی اس طرح کے کاموں میں استعمال ہوتی ہے۔ اس  
میں تو کوئی پچھی چیز نہیں آسانی سے کھال سکتا ہے۔“

”جی کیا تاہوں..... مگر..... مگر.....!“

”اب مگر کر کیا کر دے ہو۔ جاؤ تلاش کرو.....!“ جیف اپنکے تھویر لہجہ میں بولتا۔

حید پوکھلا کر کرے سے کھل آیا۔

وہ تھری سے روڑ پر بس کے اگلے اٹھنیں کی طرف چارہ تھا۔ راہ میں اس نے ایک ٹھیکی کی  
اور بس کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ وہاں ہنگی کر اس نے چوراہے کے سپاہی سے اس بس کی تمام  
تفصیلات پوچھیں اور ٹھیکی پھر چل پڑی۔ تھوڑے دری میں اس نے بس کو جالایا۔ بس قریب تریب  
خالی ہو چکی تھی صرف دو چار مسافروں کے تھے۔ حید بیٹھوں کے نیچے کافی نہ لاش کرنے کا۔

”آپ کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔“ بس کوٹھ کیٹنے پوچھا۔

”بھی میری جیب میں کچھ کاغذات تھے جو غالباً اسی بس میں نکل گئے۔“

”کیا کوئی لاذقاً تھا۔“

”میں ہاں..... سرخ رنگ کا بڑا لفاف۔“

”یہ لمحے..... اس کوئی بیکثرتے اپنے چڑیے کے تھیلے سے ایک لفاذ کالتے ہوئے کہا۔“ آیک صاحب نے مجھے دیا تھا۔

جید نے سب سے پہلے کاغذات کاں کر دیکھے پھر یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ سب کاغذات موجود ہیں، اس نے اس کوئی بیکثرتے اس آدمی کے حقن دریافت کیا جس نے اسے لفاذ دیا تھا۔

”اس کی مثل صورت تو مجھے یاد ہیں البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کسی اچھی سوسائٹی کا آدمی تھا۔“

”اس نے کیا کہ کر یہ لفاذ آپ کو دیا تھا۔“

”یہی کہ شاید کسی کا اگر گیا ہے، آپ اسے احتیاط اپنے پاس رکھئے۔“ کوئی بیکثرتے کہا۔

## خوفناک دھماکے

کاغذات لے کر آفس کی طرف لوئے ہوئے جید سوچ رہا تھا کہ وہ چیز اپنکے سے کہنے کے وہ دراصل کاغذات مگر بھول آیا تھا۔ لیکن ایک بیان خیال اس کے ذمہ میں آہست آہست شور کی طرف ریکھنے کا۔ جس دو چیز اپنکو تمیک تمیک تارے گا کہ اسے یہ کاغذات اس کوئی بیکثرتے ملے اسی طرح وہ دوسرا نوت لگانے اور نمبروں کے غلطہ اعداد کے الزام سے فٹے گا۔ بہت ممکن ہے کہ کبھی یہ راز کھل ہی جائے تو وہ نہایت آسانی سے کہہ سکے گا کہ کسی نے وہ کاغذات اسی لئے اس کی جیب سے لٹا لے تھے کہ نوت بدلتا جائے، اس تھے خیال پر اس کا اضھرالا بہت کچھ دور ہو گیا۔

آفس پہنچ کر اس نے کافیات چیف اسپلائر کے خواں کر دیئے اور خود اپنی بیز پر آبیٹا۔  
تموزی دری بعد چیف اسپلائر کے کرے میں اس کی طلبی ہوئی۔

”کہا، بھی..... پھر تم نے اب کیا سوچا۔“ چیف اسپلائر نے کہا۔

”کیا عرض کروں، میری تو حمل عی جواب دے سکتی ہے۔“

”بات عی ایک ہے۔“ چیف اسپلائر نے کہا۔ ”میرے خیال سے تو چلو پہلے موقعہ واردات

نکل ہو آئیں اس کے بعد سیٹھ آگرہ والے بھائیں جیسے گے۔“

”مہتر ہے.....!“

چیف اسپلائر نے جکٹش کوفون کیا اور اس کا انتقالہ کرنے لگا۔ پھر وہ میں منت بھد جکٹش  
پہنچ گیا اور بھر تھوں موقعہ واردات کی طرف روانہ ہو گئے۔

”جی ہاں، کارکوایے..... بس جیکی وہ مقام ہے۔“ جکٹش نے کہا۔

کارکی اور تینوں جماڑیوں کے قریب اڑ پڑے، چیف اسپلائر بہت غور سے زمین کے  
ایک ایک حصہ کا جائزہ لے رہا تھا۔

”اڑے یہ جوتا کیا۔!“ چیف اسپلائر نے جماڑیوں میں سے ایک جوتا نالہتے ہوئے  
کہا۔ جید چونک پڑا۔

”یہ بھی فریدی صاحب کا ہے۔“ جید نے بے ساختہ کہا۔

”محبوب عاملہ ہے۔ اس پر بھی خون کے دھمے ہیں، خدا خیر کرے۔“ چیف اسپلائر نے  
پڑھانی کے لپک میں کہا۔

”صاحب میرا خیال تو ہے کہ شاید وہ مصلحت عاشر ہو گئے ہیں۔“ جید نے کہا۔

”جب وہ کوئی زیادہ خطرناک کام کرتے ہیں تو اسی طرح عاشر ہو جاتے ہیں، حد تو یہ  
ہے کہ مجھے بھی اس کی اطلاع نہیں ہونے پاتی۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو۔“ چیف اسپلائر نے کہا۔ ”میں اسے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز  
رکھتا ہوں۔“

حمد نے جو تے کو ایک اخبار کے گلے میں لپیٹ کر کار میں رکھ دیا۔

”میرے خیال سے تو یہاں کسی قسم کا سراغ ملنا مشکل ہی ہے۔“ حید نے کہا۔

”تو پھر اب کیا کیا جائے۔“ جنگلیش بولا۔

”سینہ اگر وال اور وہ دوسرے لوگ جن کے بیان وار دلخیل ہو یعنی ہیں ان سے ملتا

چاہئے۔“ چیف انسپکٹر نے کہا۔

تینوں دن بھر اہر اور مارے مارے پھر تے رہے لیکن کوئی خاص بات نہ معلوم ہو گئی۔

سینہ اگر وال کی تجویری کامیابی نے خامی طور سے چاہرہ لیا اس نے سینہ اگر وال سے بہت سارے سوالات کئے۔

”کیوں سینہ صاحب ڈاکوؤں کے فرار ہونے کے بعد آپ نے اپنی تجویری اچھی طرح سیکھی تھی نا۔“ حید نے پوچھا۔ ”تجویری آپ نے بند پائی تھی یا سکھی۔“

”سکھی.....!“

”لیکن کوئی چیز سمجھی نہیں تھی۔“

”جی نہیں۔“

”سخت حرمت کی بات ہے۔“ چیف نے کہا۔

”اچھا یہ بتائیے کیا ڈاکوؤں نے تجویری کی کنجی آپ سے حاصل کی تھی۔“

”جی نہیں۔“

”نالا توڑا تھا۔“

”یہ بھی نہیں۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے آپ کی تجویری کنجی سے کھوئی تھی۔“

”اب اس کے متعلق میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”بہت سمجھنے ہے۔“ حید نے چیف انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”ڈاکوؤں نے کوئی ایسی

چیز ادا کی جو جس کا انہمار خود سینہ صاحب کے لئے نقصان دہ بات ہو سکتا ہے۔“

اگر وال اس جملے پر بول کھلا گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اس کے پیچے کی ساری برق  
چین لی ہو۔

”یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔“ سینہ اگر وال۔ خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”کیا شہر میں بھی وارد اتنی ہوئی ہیں سب اسی تمدید ہیں۔ شہر میں اور لوگ بھی تو اپنے  
ہیں جن کے پانڈا کو گھے، تجویریاں بخوبیں اور جوں کی توں کلی چھوڑ کر چلے گئے۔ ان میں سے  
کسی نے بھی نہیں کہا کہ ان کے بیان سے کوئی چیز چوری ہو گئی ہے۔“

”یہ بات تو بالکل نمیک ہے۔“ چیف نے کہا۔

حیدر دل ہی دل میں فریبی کی ذہانت کی داد دیئے گئے۔

”شام کو تقریباً ساڑھے چھ بجے وہ گمراہیں آیا۔ انہیں اچھل پڑھا تھا، اسے یہ دیکھ کر  
تو کوئی پر سخت خصہ آیا کہ انہوں نے ابھی تک ہر آمدے کی کلکی نہیں جلائی تھی۔ وہ جھلاتا ہوا  
ہر آمدے میں داخل ہوا۔ پہلا عیسیٰ اور اندر رہا تھا کہ دھماکے کی آواز سنائی دی، حیدر اچھل کر ایک  
طرف ہو گیا۔ دوسرا یہ رہمن پر پڑا تھا کہ پہک وقت دو دھماکے سنائی دیے۔ حیدر پھر اچھلا.....  
پھر دھماکہ ہوا..... جیسے جیسے وہ ہر آمدے میں اچھل پھر رہا تھا دھماکوں کی رفتار یہ تھی چاری تھی۔  
سارے توکر بھاگ کر اصرتی چل آئے تھے اور سب جیرت سے اسے اچھل ہواد کیوں رہے تھے،  
ہر دھماکے کے ساتھ حید کے ہیوں سے چکاریاں لٹکی مسلمون ہوتی تھیں، آخر کار وہ بول کھلا کر  
ہر آمدے کے پیچے کو آیا۔ سارے توکر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

”ابے گدھو..... تم نے ہر آمدے کی کلکلی کیوں نہیں جلائی۔“ وہ گرج کر بولا۔

”سر کار..... ابھی بیان رہی کر کے گیا ہوں!“ ایک توکر نے سکی ہوئی آواز میں بتایا۔

”اچھا چلو جا کر کلکلی جلاو۔“ حید نے کہا۔

وہ ڈرتے ڈرتے ہر آمدے میں گیا وہ سونگ کی طرف بڑھتے ہی رہا تھا کہ اس کے ہیوں  
کے پیچے دھماکہ ہوا اور وہ چیخ کر پیچے آیا۔

سارے توکر گھبرا کر بھاگ کمزے ہوئے، حید بچھا عیسیٰ رہ گیا لیکن کسی نے پلٹ کر دیکھا

بھی نہیں۔ حید ایک لمحہ کمزور اسوچتار ہا پھر جیب سے دیا مسلمانی نکال کر ایک تلی جلالی اور اس کی روشنی میں برآمدے میں داخل ہوا۔

”اے....!“ اس کے منہ سے بے اختیار لکھا اور وہ اس طرح پڑھنے کا چھے کسی چیز کو پچا پچا کر قدم رکھ رہا ہو، سونچ بورڈ نزدیک ہی تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بکھل جلا دی، وہ حیرت سے تبرآمدے کے فرش کو گھوڑہ بھا۔ فرش پر بے شمار چھوٹی چھوٹی گولیاں بکھری ہوئی تھیں۔ حید نے ایک گولی پر پیدا رکھ دیا۔ پیدا رکھتے ہی پیدا رکھ کر ہوا۔ دھلتا ایک خیال سرعت سے اس کے ذمہ نے کے گوشوں سے گلریا، وہ دوزتا ہوا اس کرے کی طرف جا رہا تھا جہاں جبوری رکھی ہوئی تھی۔ کرے کا دروازہ مکھلا ہوا تھا، اس کا دل ہڑکنے لگا۔ کرے میں اندر برا تھا۔ اس نے دیا مسلمانی جلالی، جبوری محلی ہوئی نظر آئی۔ دیا مسلمانی پیٹک کر اس نے جلدی سے جملی جلالی اور جبوری پر جنک پڑا۔ اس کی دانست میں چھتی چھری پلے تھیں اتنی ہی اب بھی موجود تھیں۔ وہ پریشانی میں اپنا ماخا رگڑنے لگا۔ دھلتا اسے فتوؤں کے بیٹل پر ایک کا نذر رکھا ہوا نظر آیا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ جب مجھے اس نے سرکاری کاغذات والا نوٹ بدلنے کے لئے جبوری کوئی تھی اس وقت وہ کا نذر وہاں موجود تھیں تھا۔ اس نے کافہ اخال ایس پر انگریزی میں ٹاپ کی ہوئی تحریر تھی۔

”جا سوں کے پچھے“

تیرے استاد نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ اس وقت وہ میری قید میں ہے۔ جو جیز وہ سینہ اگر وال کے بیان سے ازا کر لایا تھا میں لئے چاہ رہوں۔ اگر تم اپنے خرہت جائے ہو تو مجھے خلاش کرنے کی کوشش مت کرنا۔

”میرے پیچھے لگنے کی سزا موت ہے۔“

حید نے اس کا نذر کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا اور جبوری کا ڈکلن بند کر کے جیزی سے کرے سے باہر لکل کیا۔ ابھی وہ برآمدے میں تھا کہ سڑک پر ایک کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ بھاگ کر چاٹک پر آیا، کار مغرب کی طرف جیزی سے چلی چاہی تھی۔ حید نے چھنگلاہٹ میں اپنے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ فریبی کی کار بھی بکھری چڑی تھی، چھوٹی کار

کانے کی بہت بڑپری کیکن اس پر ابھی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ آخیر مکلاہت میں اس نے اسی طرف دوزنا شروع کر دیا جو صرہ کارگی تھی۔ خوش صستی سے تھوڑی سی دور پر ایک خالی ٹیکسی کمزی ہوئی مل گئی۔ حمید دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گیا۔

”کہاں چلے گا.....!“ ذرا سخت رنے کیا۔

”اڈھر کوئی چالکیشی رنگ کی کارگی ہے۔“

”بھی ہاں ابھی ابھی گذری ہے۔“

”اس کا یچھا کرو۔“

ذرا سید لے سمجھی تھی انداز میں سر پا کر ٹھیکی اسٹارٹ کر دی۔

تھوڑی در پڑنے کے بعد ایک چالکیشی رنگ کی کار و دکھائی دی۔ اس کی رفتار بدتر تھی کم ہوئی چاری تھی۔ حمید نے بھی ٹیکسی کی رفتار ناصل کی متناسب سے کم کر دی۔ کار اپاٹ ایک گلی میں گھوم گئی۔ حمید کی ٹیکسی جیسے ہی گلی کے سامنے پہنچی اس نے چالکیشی رنگ کی کار سے ایک عجیب اتفاق آؤ کو اڑتے دیکھا۔ حمید نے آگے بڑھ کر ٹھیکی کو روکایا اور کرایہ دے کر اتر پڑا۔ گلی میں بیٹھ گئی کی زار۔ کی وجہ دلی روشنی چھلی ہوئی تھی۔ کار ابھی رنگ و ہیں کمزی تھی اور اس میں سے اترنے والا آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا آگے کی طرف جا رہا تھا۔ حمید چھپتا چھپتا اس کا تعاقب کر رہا تھا اور ابھی مشکل سے سات بیجے ہوں گے لیکن گلی پا انکل سنان تھی۔ کار سے اترنے والا بُرچ گلیوں سے گزرنا ہوانہ جانے کہاں جا رہا تھا۔ بُرداری شہراہ پر آگیا، بھاں محلی کے قتوں کی روشنی یعنی ہوئی تھی۔ اب حمید نے غور سے دیکھا، اتنی خوفناک مکمل آج ہک اس کی نظر وہ سے نہ گذری تھی۔

## بھیانک چہرہ

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے سارے جسم میں سنتا ہٹ دوڑ گئی ہو۔ رہ جانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ واپس لوٹ جائے۔ ابھی وہ اسی تذبذب میں پڑا ہوا تھا کہ خوفناک

آدمی ایک ہوٹل میں بھس کیا۔ حید شش و تیج میں پڑ گیا کہ وہ اندر جائے یا نہ جائے۔ پھر دھننا اسے اپنی اس کمزوری پر غصہ آئے لگا۔ یہ کیا حیات ہے۔ آخر خوف کی کیا وجہ ہے اور پھر اس کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ کسی وقت بھی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ حید بھی ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ شراب اور تسباب کے دھوکیں کیلی حلی بوسارے کرنے میں پہنچی ہوئی تھی۔ یہاں زیادہ تر متسلط طبقہ کے اپاٹی لوگوں کا صحیح نظر آیا کرتا تھا شہر کے بنام ہوٹلوں میں سے یہ بھی ایک تھا۔ یہاں آئے دن بھی واردا غصہ ہوا کرتی تھیں۔ لیکن ایسا معلوم ہے، تھے پولیس نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

ہاتھ دراصل یہ تھی کہ اس کا مالک ستوش ایک ڈی ایڈی تھا۔ آئے دن پڑے ہے۔ افسروں کی ووچن کیا کرتا تھا۔ اوپنی سوسائٹی میں اسے کافی مقبولیت حاصل تھی۔ حید ہوٹل کے اندر چاٹو گیا تھا۔ لیکن اسے یہ سوچ کر ابھی ہونے لگی کہ وہ یہاں کرے گا کیا۔ کیونکہ یہاں آئے والے زیادہ تر شرمنی تھے۔ کوئی شریف آدمی مشکل ہی سے ادھر کا رنج کرنا تھا۔

حید شراب نہیں چاہتا۔ لیکن اب تو آئی گیا تھا اور اسے کچھ نہ کچھ د کرنا ہی تھا۔ وہ ایک خالی میز پر جای چلا۔ بھیاں کپڑے والا آدمی تھیک اس کے سامنے بیٹھے ہوا تھا۔ ایک بار اس کی اور حید کی نظریں مل گئیں۔ حید کو اسی محسوس ہوا جیسے کہی نے اس کے ہم سے برقی نارس کر دیا ہو۔ اس کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا۔ موٹی ہی ناک درمیان میں دو حصوں میں قسم ہو گئی تھی۔ تختے کافی چوڑے تھے جن کے گرد کھنی موجیں بہت زیادہ ڈرازنی مسلم ہوتی تھیں۔ موجیں اتنی کم تھیں کہ دہانہ صاف تھیں دکھائی دیتا تھا۔ سر پر پڑے ہے۔ مکھریا لے بال تھے، کھجور اور دل کے پیچے انگاروں کی طرح دیکھی ہوئی آنکھیں کسی تاریک قبرستان میں بلتنے ہوئے ہرخنوں سے کم خوفناک نہ تھیں۔ سانس لیتے وقت اس کے تختے پھولتے پھکتے ہوئے معلوم ہوئے تھے۔ رخساروں پر کی گہرے زخموں کے نشانات تھے۔ اس نے ہیرے کو آواز دے کر شراب مٹکوائی اور پوری بولگی اتی جلدی ختم کر دی جیسے اس نے شراب کی بجائے پالی یا۔ اس نے شراب اتنے بھوٹے پن کے ساتھ پالی تھی کہ ابھی تک اس کی مٹھوڑی سے قطرے نہیں

رہے تھے۔ اس نے انجائی لاپرواٹی کے ساتھ ہاتھ سے من پوچھا اور کری سے بیک لگ کر پانی  
حمداساپاپ سلانے لگا۔ حیدر علیخ رہا تھا۔

..... جسی حضرت تھے جنہوں نے فریدی کی تجویزی مکھی۔ انجائی چالاک آدمی معلوم  
ہتا ہے۔ اس نے برآمدے میں اس لئے پانے والے تھے کہ آنے والوں کی آہٹ لیل  
سکے۔ چالاک مکار معلوم ہوتا ہے۔ اب حیدر اسی گلری میں تھا کہ اس سے وہ چیز کس طرح حاصل کی  
جائے جو اس نے فریدی کی تجویزی سے ٹھال لی تھی۔ ٹھنڈی چیز اسے تجویزی میں کوئی چیز نہیں  
دکھائی دی تھی۔ پھر آخر اس نے اس میں سے کیا ٹھالا۔

ذخیراً حیدر پڑھ کر پڑھا۔ ایک بڑی انہیات خاموشی سے اس کی میز کے قرب آگیا تھا۔  
”میز اور مشن چاپ۔“ حیدر نے آہٹ سے کہا۔ پھر اسے کوئی اہازی پینے والا سمجھ کر  
سکراہا ہوا چلا گیا۔

چند لمحوں کے بعد وہ ایک کشی میں گولڈن ایگل کی ایک بوال اور کچھ مشن چاپ لے کر  
وہیں آیا۔ ”صاحب اگر کاک میل بھیں تو لاوں، بناؤ کی ہے، اور ابھی تیار ہوئی ہے۔“ پھرے  
نے میز پر کشی رکھتے ہوئے آہٹ سے کہا۔

”میں.....!“ حیدر نے کہا اور بوال اٹھا کر دیکھنے لگا۔ پھرے نے بوال اس کے ہاتھ  
سے لے کر کاک لکالی اور میز پر رکھ کر گلاں آگے سر کا دیا۔

”کچھ اور صاحب.....!“ اس نے جک کر مودبانہ کہا۔

”میں.....!“ حیدر نے کہا اور گلاں میں دیکھا ٹھیٹھے لگا۔ اس کا ہاتھ کاپ رہا تھا۔ اس  
نیک شخص سے اس خوفناک آدمی کی طرف دیکھا جاؤ۔ ٹھیٹھیں بند کئے کری پر شم دراز تھا، حیدر اپنا  
گلاں پھر کر اس میں ناچتے ہوئے ملبوں کو بیبورد دیکھنے لگا۔ وہ آہٹ آہستہ مشن چاپ کھانے  
لگا۔ گلاں جوں کا توں بھرا ہوا کھا تھا۔ پینے کی مت بھل پر رعنی تھی۔

تموزی دیر بعد پھر اپر ادھر سے گزرا۔

”اے بیٹا..... مل لاو۔“ حیدر نے اسے روک کر کہا۔

”کیوں صاحب کیا قصور ہوا۔“

”میں بھائی..... اس میں قصور کی کیا بات ہے۔“

”ابھی تو آپ کی سب چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔“

”تمہیں اس سے کیا۔“

”بہت بہتر حضور۔“

بھراں لے کر دایہ آیا۔ حمید نے پیٹ میں کچھ فوٹ رکھ دیئے۔ بہر اسلام کر کے چلا  
گیا۔ حمید نے سکریٹ سٹھائی دوڑ کری کی پشت سے بیک لٹا کر من سے ڈھونیں کے دائرے  
ٹالنے کی کوشش کرنے لگا۔

بھیاںک چہرے والا یک بیک چونک کر کا ذیتر کی طرف دیکھنے کا جہاں ایک خوش پوش  
آدمی کمرہ بارہ میں سے باعثیں کر رہا تھا۔ وہ بھی انھر کر اس کی طرف چلا گیا۔ خوش پوش آدمی کے  
قریب کھڑے ہو کر اس نے گردوارہ وادی میں کہا۔ ”مل.....!“

بامیں نے ایک بیرے کو آواز دی۔

”صاحب کا لکھتا ہوا۔“ اس نے بیرے سے پوچھا۔

”سماز میں بارہ.....!“ بیرے نے کہا۔

خوفناک چہرے والا دس دس کے دو فوٹ کا ذیتر پر رکھ کر دایہ ہونے کے لئے مڑا۔

”صاحب بقیر روپے تو لیتے جائیے۔“ بارہن بنالا۔

”بیتے تمہارا بخشش.....!“ خوفناک چہرے والے نے مجرمی ہوئی آواز میں کہا۔

ابھی وہ ہوٹ کے باہر قدم نہ لائے پڑا تھا کہ ایک توی ویکل آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ  
لیا۔ خوفناک چہرے والے نے اس طرح گھورا جیسے کچا کما جائے گا۔ توی ویکل آدمی سکریا  
لو اس کا ہاتھ پکڑ کر لاوٹ کی طرف جانے لگا۔ بھیاںک چہرے والانہایت سکون اور اطمینان  
کے ساتھ چارہ تھا۔ حمید بھی انھر کر ان کے پیچے چلا جب انکی اندر واپسی ہوئے پانچ منٹ گزر  
گئے تو وہ بھی لوگوں ادا اور پچھیاں لیتا ہوا لاوٹ میں داخل ہو گی۔ وہ دلوں آئنے سامنے پیشے

ایک دسرے کو مکھرہ ہے تھے۔ حید نے ایک بجودا ساگانا گانا شروع کر دیا۔ توی یوں آدمی  
نے ۲ کراس کی گردان دی رجھ لی۔

”کیوں بلا جاتا ہے۔“ اس نے کہا۔

”ہم گانا گاتی ہے بھائی، ہم تم کو بھی سنائے گی“ حید نے پیچلی لی اور شرابی کا پارٹ ادا  
کر شروع کیا۔

”معلوم ہوتا ہے بہت چڑھنگی ہے۔“ اس نے کہا۔

”کہاں چڑھنگی ہے۔“ حید نے پیچے سے اوپر ٹک اپنا جسم ٹوٹھئے کہا۔

”واہ بیٹا.....!“ توی یوں آدمی بے اختیار فرش پر اور حید بے سدھہ ہو کر ایک صوف  
پر گزیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بالکل بے ہوش ہو گیا ہو۔ ٹھنڈیاں بدستور چاری تھیں۔

توی یوں آدمی بھر جیا کچھ پرے والے کے پاس جا پڑتا۔

”تم نے اس کامی بیک اڑایا تو بہت صفائی سے گراستادوں کی نظرؤں سے کہاں چھپ  
سکتے ہو۔“ اس نے کہا۔

”اچھا جی.....!“ جیسا کچھ پرے والا بولا۔

”آدمی تاؤ باز معلوم ہوتے ہو۔“

”تو پھر.....!“

”کالو..... آدم سے آدمی کی رہی۔“ توی یوں آدمی نے کہا۔

بھیا کچھ پرے والے نے کہا۔

”تو نہ جانے کیسی بات کر رہا ہے، خاشی لے لے مرے یا ر، بچھے دھوکا ہوا ہے۔“  
بھیا کچھ پرے والے نے کہا۔

دوسرے آدمی نے اچھی طرح اس کی جامہ خاشی لی۔ وہ کھدا مسکرا تھا۔

”جی جی مجھے دھوکا ہوا۔“ اس نے پینہ کر شرمدی کے لجو میں کہا۔

”اچھا اب دیکھ..... یہ رہا می بیک۔!“ بھیا کچھ پرے والے نے نہ جانے کہاں سے

منی بیک کمال کر اس کے پھرے کے سامنے مچاتے ہوئے کہا۔  
اپاںک توی یکل آدمی نے پتوں کمال لیا۔

"خبردار..... منی بیک بیرے حوالے کر دو۔ میں جاؤں ہوں۔"

"ابے جا، تیرے چیزے بہت سے جاؤں دیکھے ہیں، ابھی ابھی ایک جاؤں کے پھٹے کو  
اوینا کر آ رہا ہوں۔ ابے پسلے اپنی صورت تو دیکھ۔" بھیاںک پھرے والے نے اس کا پتوں  
 والا ہاتھ پکو کر اس کی کپٹی پر اس زور کا گھونسہ رسید کیا کہ پتوں اس کے ہاتھ میں آ گیا اور توی  
یکل آدمی ایک بخی کی طرح اچل کر دور چاگا۔ بھیاںک پھرے والے نے قبھر لگایا، پھر وہ  
آہستہ آہستہ اکی طرف بڑھا۔ توی یکل آدمی تک چاروں شانے چت فرش پر پڑا ہوا تھا۔  
"تمہرے لال! بھیاںک پھرے والا چکارتا ہوا بولا۔" ہل تجھے دودھ پلا لاؤں۔"  
توی یکل آدمی بھی طلی کی طرح چپ چاپ انھی بیٹھا۔

"میں نے ابھی تک یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس میں ہے کتنا۔" بھیاںک پھرے والے نے  
تمی بیک کھوتے ہوئے کہا۔ "چ چ..... صرف دوسرو پے..... کوئی غریب آدمی معلوم ہوتا  
ہے۔ بھاگے کامی بیک پھر اس کی جیب میں رکھ دینا چاہئے۔"

"کیوں..... واپس کیوں کرو گے۔" توی یکل آدمی بولا۔

"ابے میں کوئی معمولی چور اچکا یا اگر کٹ نہیں ہوں۔ اتنی چھوٹی چھوٹی رقمیں تو میں حل  
کے لوٹھوں کو بانت دیتا ہوں۔"

"یاد تم تو بڑے کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ چلو جسیں اپنے استاد سے ملاوں۔"

"وہ بھی تیری عی طرح لوٹا ہو گا۔"

"ہے تو لوٹا اسی پر ڈا بھیاںک ہے۔"

"ابے جا، پکھوتا ہے کچھ تیر اساستاد ہو گا۔ اچھا چل..... اب اس کا روپیہ اس کی جیب میں  
ڈال دیں، ورنہ تھجرا مفت میں پر بیٹان ہو گا۔"

"وہ توی تم جیب آدمی ہو۔"

”چھا اب باقی ملت ہے۔“ اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ حمید کے قریب رک گیا اور اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے پول۔ ”لیکن یا سیر انہوں، جھونپی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔“ کہہ کر وہ لادوچ کے پا برچلا گیا۔ قوی و مکل آدمی بھی اس کے ساتھ چکا۔

### تثنیہ

حیدرخویزی دیکھ اسی طرح بے سعد پڑا رہا۔ اس کا دل بڑی شدت سے ڈرک رہا تھا۔ اس نے ایک اچھی خامی حاصل کی تھی۔ جبکہ میں اس نے جو خوب پائی تھی اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ جبوری کھونے والا اسے اچھی طرح جاتا ہے۔ ایک صورت میں اسے بغیر بھیں بدے اس کے سامنے ہرگز نہ آنا چاہئے تھا۔

اسی غیر معمولی قوت رکھنے والا آدمی آج تک اس کی نظریوں سے نہ لگدا تھا۔ اس کا محوزہ خایا بلکی کرنٹ کا دھپکا۔ جس نے اتنے بھی شہم آدمی کو اتنی دور اچھال دیا تھا۔ خود اس کی پڑھی میں جہاں اس نے ٹھوکر ماری تھی اس طرح کا ددہورہ تھا جیسے پہنچی توٹ گئی ہو۔ اس نے کئی بار احتساب کیا تھا لیکن بہت نہ پڑی۔ خوف جھومن ہو رہا تھا کہ لکھن بھر اس سے نہ بیٹھنے ہو جائے۔ آج سے قبول اس کے دل میں کبھی اتنی بزدی کے خیالات نہ بیٹھا ہوئے تھے۔

تقریباً آدمہ کھنے کے بعد وہ بہت کر کے اٹھا، آہستہ آہستہ شرایبوں کی طرح لاکھڑا تاہوڑا پاہر لکھا۔ پڑھی کی چوت لکھانے پر مجبور کر رہی تھی۔ بہر حال اس وقت حمید کی حالت کسی پھوہڑ پہنچا۔ سب سے پہلے وہ جبوری والے کرے میں گیا۔ ایک چیز اچھی تک اس کے ذہن میں غلش پیدا کئے ہوئے تھی اور وہ یہ کہ آخ جبوری میں سے کیا چیز غالب ہوئی۔

اس نے جبوری کا جائزہ لینا شروع کیا۔ پھٹے خانے میں خور سے دیکھنے پر اسے ایک جگ

ایک چیزی دراز نظر آئی۔ وہیں قریب ایک کل امیری ہوئی تھی جس کا وہاں پر موجود ہونا تھا  
کوئی سختی نہ رکھتا تھا۔ حید اس پر بھلی بھلی اٹھی پھیرنے لگا۔ بے خیالی میں شاند اس کل پر دباؤ  
پڑ گیا۔ فھلا ایک کھلا ہوا اور وہ دراز پھیلنے لگی۔ یہ ایک پوشیدہ خانہ تھا۔ حید نے اس میں ہاتھ  
ڈال دیا، وہ خالی تھا۔ حید سر پہنچے لگا۔ ضرور اسی خانہ سے وہ کوئی چیز لے گیا ہے۔ فریبی نے  
آج تک اس خانہ کے حقن شہتیا تھا۔ حالانکہ جھوری کی چابی عوامی کی کے پاس رہا کرتی  
تھی۔ حید نے جھوری بند کر دی۔ اس کے بعد کبرے کو مستقل کر کے کھانے کے کمرے میں آیا۔  
فریبی کے اچانک عائب ہو چانے کی وجہ سے سارے طالبوں پر یہاں نظر آ رہے تھے۔  
گمراہ ایک عجیب سماجی سنانا چاہیا ہوا تھا۔ کبھی کبھی کتوں کے ہوئے کی آوازیں کپڑا ٹھیک من  
گوئیں پڑھا تھیں۔

جید کھانا کھانے جائی رہا تھا کہ شہزاد آگئی۔

”کچھ جمید صاحب، خیرت تو ہے۔ یہ فریدی بھائی کا کیا محاصلہ ہے۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے۔“ شہزادے پوچھا۔

”مجالد اتنا مختصر نہیں کہ چند جملوں میں تباہ کوں۔ یقیناً کھانا کھاؤ۔ سب کچھ ہتا ہوں۔“ حیدر نے کہا۔

کھانا کھا کر آئی ہوں۔ ”شہزاد نے کہا۔

مکتبہ اقبال

“*אָמֵן*”

تہاریا خیل

آئے تو ذرا ذرا سی بات بر منہ بخلا لئے ہیں۔ ”شہزاد بھک کر بوڑا۔

"تم غلط بھیں۔۔۔ میں ذرا بڑے تو اے لکھانے کا عادی ہوں اسلئے من کا بھولنا پڑے۔۔۔"

۷ آخراً اس طرح منہ گاڑ کر کیوں مانگیں کر دے ہے۔

”کے آج ٹنے کا ارادہ کر کے آؤ۔“

”لیجے صاحب چلی جاتی ہوں۔“ شہزاد اٹھتے ہوئے بولی۔

”ارے..... نہیں بھائی۔“ حمید نے اٹھ کر اس کا بازو پکالیا۔

”نہیں میں عرصہ سے دیکھ رہی ہوں کہ آپ کو میری صورت دیکھ کر کچھ جھنملا ہتھی

محسوں ہوتی ہے۔“

”تو میں نے کیا کہہ دیا یا ما.....!“ حمید اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔

”کچھ نہیں..... آپ تو ہرے بھولے ہیں۔“

”نہیں..... میں الو کا پہنچا ہوں۔“

”کیوں اپنے منہ میاں مشو بن رہے ہو۔“ شہزاد نے اختیار ہستے ہوئے بولی۔

”خیر نہیں بھی تو آتی۔“ حمید نے کہا۔

”کھانا کھا بچنے کے بعد حمید نے پوری داستان کہہتا ہی۔ لیکن اپنے اور فریدی کے ذاکر

ذائقے کے واقعات نہیں بتائے۔“

”میں کیا بتاؤ۔..... میں نے آج تک اتنا بھائیک چھوڑنے والا۔“ حمید بولا۔

”کہنے والا فریدی صاحب ہی نہ ہوں۔ کیا آپ کرل پر کاش والا وala واقعہ بھول گئے۔“

شہزاد نے کہا۔

”خیال تو مجھے بھی آیا تھا، لیکن یہ ناممکن ہے۔ فریدی صاحب بھیں ضرور بدلتے ہیں

لیکن وہ اتنی طاقت کپاں سے لا سکیں گے۔ سوچ کر حیرت ہوتی ہے بھی اس کا م مقابل مکونہ

پڑتے ہی اس نبڑی طرح اچھلا تھا جیسے ریڈ کی گیند۔“

”واقعی تجویز کی بات ہے۔“

”اور تو اور یہ دیکھو.....!“ حمید نے اپنی چلوں کا ایک پانچھا سکنتے ہوئے کہا۔ ”نالم نے

ایک ٹوکرہ مجھے بھی رسید کی تھی۔ یہ دیکھو پہنچی میں درم آگیا ہے۔“

”بھی خدا کے لئے آپ اس کے پیچے مت گئے۔“

”بجو کچھ ہوا میری حماقت سے ہوا۔ جب میں یہ جانتا تھا کہ وہ مجھے پھیانتا ہے تو مجھے بغیر

بیس بدھے اس کے بچپے جانا ہی نہیں چاہئے تھا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ اس کا بچپنا نہیں چھوڑ سکتے گے۔"

"ارادہ تو سیکی ہے۔" حمید نے کہا۔

"آخوند کیوں.....؟"

"اس لئے کہ فریدی صاحب کو اسی نے عاجب کیا ہے۔"

"بھی سر اول تو کہتا ہے کہ وہ فریدی صاحب ہیں۔" شہزاد بولی۔

"بھی ناممکن ہے.....!" حمید نے کہا۔ مجھ سے زیادہ فریدی صاحب کو کون جانتا ہے۔ وہ اسی طاقت ور ہرگز نہیں۔"

"چھا خیر چھوڑ دیئے ان باتوں کو..... آپ کے اپر تو ہر وقت سراغِ رسانی کا بھوت سوار رہتا ہے۔" شہزاد بولی۔

"چھا تو آڈیار کی باتیں کریں۔" حمید نے کہا۔

"چھا بس اس رہنے دیجئے۔" شہزاد نے کھلیلی بھی کہا تھا کہا۔ "میں نے یہ کہ کھاتا۔"

"تم کہو یا نہ کہو، ہر مرد سے ہر وقت صرف اپنے مختلط کچھ سننا چاہتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"آخوند آپ اتنے قلبی کیوں ہو گئے ہیں۔" شہزاد بولی۔

"فریدی کی محبت نے مجھے نہ جانے کیا کیا باریا ہے۔"

"چھا چھوڑ دیئے ان باتوں کو۔" شہزاد بولی۔ آخوند فریدی صاحب شادی کیوں نہیں کرتے۔"

"انہیں وورت سے زیادہ اپنا فن عنزیز ہے۔ یہ کچھ فریدی ہی پر تھصر نہیں، ہر فکار شادی۔"

سے گھبراتا ہے۔ وہ عمر تو سے دوستی تو کر سکتا ہے۔ لیکن مستقل طور پر کسی وورت کا پابند ہونا پسند نہیں کرتا۔"

"آخوند کی وجہ.....؟" شہزاد بولی۔

"بھی آئے دال کا چکر..... اور کیا۔" حمید نے زبان لجھ میں کہنا شروع کیا۔ "آج

ساری نہیں ہے۔ کل بادو زکم ہو گئے۔ یہ اپنے اچھی نہیں۔ میں تو کبی کہدا پاڑ دی راستہ عالی کروں گی۔ نئے میاں کے جو تے پھٹ گئے۔ منے میاں کو زکام ہو گیا۔ میں کو چھینیں آرہی ہیں۔“  
شہزاد ہنسنے لگی۔

” غالباً آپ کو کبی اپنا فن بہت زیادہ عزیز ہو گا۔“ شہزاد بولی۔

” مجھے ..... نہیں تو، میں اس حکم میں فن کے لئے جنک نہیں مار رہا ہوں۔ اس حکم کی  
ماقتی فردی ہی ہے تو کبی کرتے ہیں۔“

” میرا آخر آپ کس لئے اس حکم میں آئے ہیں۔“

”عورت کے لئے .....!“ حیدر نے کہا۔

” کیا مطلب۔“ شہزاد تحریر پر میں بولی۔

” کبکی خاص مطلب نہیں۔ کسی بیکار آدمی کو تو کوئی اپنی بیٹی دی جائیں۔“

” اور .....!“

” اور حکم کیا کبھی حسمیں۔“

” کچھ نہیں۔“

” تیر ..... بہر حال ..... ہاں تو بھر میں اپنی شادی کب کر رہا ہوں۔“

” میں کیا جانوں۔“

” ارے تو کیا تم میرے ساتھ شادی نہ کرو گی۔“

” دیکھئے فضول باشیں نہ کیا کیجئے۔ اگر میرا اپنی نہنا کوار ہو تو صاف ساف کہہ دیجئے۔“

” اچھا ہی ..... یہ باشیں فضول کب سے ہو گئیں۔“

” جب سے آپ نے اپنا روپی بدیں دیا۔“

” کیا حسمیں کلی میرے خلاف بھکایا کرتا ہے۔“

” ہاں .....!“

” کون ہے وہ آلو کا پٹھا۔“

”بیروال۔“

”جب تو وہ آدمی کا پٹھا ہے.....!“ حمید نے جلدی سے کہا۔ ”آخ رکوں۔“

”اں لئے کہ آپ مجھ سے کافی سمجھنے کچھ رہ جے ہیں۔“

حیدر کچھ کہنے والے تھا کہ ایک توکرہ تھے میں ایک لفاظ لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

”بھی ابھی ایک آدمی دے گیا ہے۔“ توکرہ نے لفاظ حیدر کو دیتے ہوئے کہا۔

لفاظ پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ حیدر نے خط جو انگریزی میں تھا اپ کیا ہوا تھا لفاظ سے  
نکال کر پڑھنا شروع کیا۔

”میں وہ سری مرتبہ تمبے کر رہا ہوں کہ میرے چیپے مت لگو، ورنہ انجام کے ذمہ دار  
تم خود ہو گے۔ تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ میرے خلاف تمہارے پاس کسی حرم کا کوئی ثبوت  
نہیں۔ تمہارے استاد تھیزت ہیں، میرا بوجو تحد تھا مل ہو گیا۔ مجھے تم سے یا ان سے کوئی دشمنی  
نہیں۔ میں انہیں جلد چھوڑ دوں گا۔ انہیں میرے خلاف کوئی ہدایت نہیں۔ اگر میں انہیں اس  
وقت غائب نہ کر دیتا تو وہ حضرت قل کر دیجے جاتے۔ تم دھوکوں کے کوتولت سے میں اچھی طرح  
واقف ہوں۔ تمہارے استاد کا قائل وہی تھا جس نے سینہ اگر وال پر گولی چالائی تھی۔ وہ آج  
بھی فریبی کی حلاش میں ہے۔ اگر تم میں تموزی ہی بھی عصی ہو تو اب میرا بیچھا ملت کرنا۔ میں  
اتا گھاڑ نہیں ہوں اس سے زیادہ مجھے اب کچھ نہیں کہنا۔“

حیدر نے خط پڑھ کر شہزاد کی طرف پڑھا دیا۔ خط پڑھنے والی شہزاد کے پھرے پر  
غمبر ابٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔

”تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔“ شہزاد بولی۔

”اے ایسے ایسے بہت دیکھے ہیں۔ شیر طاقت سے مارتا ہے لور کیڑا مکاری سے۔ ایسا  
پھنساؤں پیٹا کو کہ عمر بھریا د کریں۔“

”تو آپ اس کا چیخا کریں گے۔“

”یقیناً.....!“

”اور میرا اکہتا بھی شہماںیں گے۔“

”بس اسی لئے تو فریبی صاحب شادی نہیں کرتے۔ عورت مرد کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔“

”خیر..... جو آپ کا دل چاہے کئے۔“ شہزاد نے سمجھیدہ ہو کر کہا۔ ”اگر آپ نے میرا کہنا شہماں تو چھاند ہو گا۔“

”مسلم ہوتا ہے کہ تم بھی اس سے ملی ہوئی ہو۔“

”دیکھنے والے میں مت ہاتے۔“ شہزاد نے کہا۔ ”اب مجھے بھی زبردستی کرنی پڑے گی۔“

”وہ زبردستی کس قسم کی ہوگی۔“ مسید نے سکرا کر کہا۔

”وہ بھی دیکھ لیجے گا۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نہیں چاہتیں کہ میری جان خطرے میں پڑے۔“ شہزاد نے سر ہلا دیا۔

”آخ رکھوں.....؟“

”میں بونگی.....؟“

”کوئی بچ.....؟“

”نہیں ہاتھی وجہ۔“

”تو ہم بھی نہیں ہاڑ آتے۔“

”اگر نہیں ہاڑ آتے تو میں تھر کھالوں گی۔“

”تو کیا داشتی تم مجھے اتنا چاہتی ہو۔“

”یہ میں نے کب کہا ہے۔“

”خیر تم اپنی زبان سے کبھی نہ کوہ گی۔“

شہزاد کے وہ توں پر شرارست آمیز سکراہٹ رقص کرنے لگی۔

”کوہ..... گیارہ رنگ گئے۔“ شہزاد نے گھری کھرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اب چلتا چاہے۔

”وہ تو میک ہے، سکر کیا پیدل جاؤ گی۔ اب اس وقت شاکر قریب کوئی سواری بھی نہیں  
سکے۔ فریبی صاحب کی کار بگولی پڑی ہے۔ کل اسے درکشان پہنچا دوں گا۔“

”تو کیا ہوا.....؟“ شہزاد نے کہا۔ ”بھتی ہوئی چلی جاؤں گی۔“

”میں اسے تھیک نہیں سمجھتا۔ چلو میں گئی تمہارے ساتھ چلا ہوں۔“

”تلکی اور پوچہ پوچہ؟“ شہزاد نے افسوس ہوئے کہا۔ ”تو کیا اسی طرح چلے گا۔ جی نہیں

اسڑپکن لجئے بہت سردی ہے۔“

”اچھا بھتی۔“

دوسوں آہست آہست بیلی روڈ کی طرف جل دیئے۔ سڑک پر بالکل نہ ٹھاٹ۔ حمودی ہی دور

چلے ہوں گے کہ پیچے سے ایک ٹھکی آگئی۔ حیدر نے آواز دے کر اسے رکاوادیا۔

”واتھی تم بڑی خوش قسمت ہو کر اس وقت ٹھکی مل گئی۔“

”بیلی روڈ؟“ شہزاد نے ٹھکی میں بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر کھڑکی سے سر نکال کر بولی۔

”دیکھئے جو کچھوں نے کہا اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔“

”اچھا.....؟“ حیدر نے کہا۔ ”شب تھیر۔“

”شب تھیر۔“

”ٹھکی چل پڑی۔ بندی روڈ پر پھی کر راہیوں نے پوچھا۔“ کدر.....؟“

”پدرہ سوتیں.....؟“ شہزاد نے تالیا۔

ٹھکی شہزاد کے مکان کے سامنے رک گئی۔ راہیوں نے اتر کر دووازہ کھولا اور شہزاد

ٹھکی سے باہر آئی۔

”یہ لو.....؟“ شہزاد نے پرس سے ایک لوت نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

”میں کرایہ نہیں لیتا۔“

شہزاد چک کپڑی۔ اس نے نیچے سے اوپر تک اسے دیکھا۔ ایک لہاڑا آدمی تھا۔

اس نے اپنے اسر کے کارکان کے اوپر تک کھڑے کر کئے تھے اور ناٹ کیپ پھرے پر جگا

رکی تھی۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔“ شہزاد نے اسے گھوڑتے ہوئے تیر لجو میں کھلا۔

”میری اجرت صرف اتنی ہے کہ آپ سارجنت حید کو میرا اچھا کرنے سے کسی طرح روک دیجئے وورنہ مفت میں اس کی جان جائے گی۔“

”تو کیا آپ تو کیا آپ۔!“ شہزاد نے لڑتے ہوئے کہا۔

”میں ہاں ..... میں وہی ہوں جس کا تذکرہ آپ سے سارجنت حید نے کیا تھا۔“ دہ بولا۔ ”مجھ سے ذرنش کی ضرورت نہیں۔ میں بلاوجہ کسی کو پریشان نہیں کرتا۔ میں اپنے راستے میں آئے ہوئے آدمیوں کو معاف کرو گا میرے بس سے باہر ہوتا ہے۔ اچھا باب جائیے ..... حید کو ابھی طرح سمجھا جائے گا۔ شب تھیر۔“

اس نے کار اسٹاٹ کر دی۔ شہزاد تیر کمزی تھری سے دوڑتی ہوئی کار کو دیکھ رہی تھی۔

## کچھ نئی باتیں

”دوسرا دن حید فرادی سے آفس پہنچا۔ ابھی وہ پہنچنے بھی نہ پہلا تھا کہ چیف اسپلائر کے ہمالی ہوئی۔“

”آج تم دیر میں آئے۔“

”میں ہاں دیر ہو گئی بات یہ ہے کہ کل کافی رات گئے تک ایک خستہ آدمی کے پہنچ رہا۔“  
”کس کیس کے سلسلہ میں۔“

”انہیں عجیب و غریب ڈاکوؤں کے کیس کے سلسلہ میں؟“

”میرے خیال سے تو انہی میں نے یہ کیس کی کسی کے پر رنجھن لایا۔“

”کیا عرض کروں۔ فریوی صاحب کا اس طرح غالب ہو جانا میرے لئے بہت زیادہ“

تکلیف دے ہے۔"

"اوہ کہیں تمہارا بھی عاپب ہو جانا، ہم سب کے لئے تکلیف دو نہ ہو جائے۔" چیف ایجنٹ  
نے کہا۔ "تم لوگوں کا اس طرح بخیر کچھ کہے ہے کہنی کام شروع کر دیا مجھے قلبی ناپسند ہے اور  
فریبی کو تو چیزیں کا خبطہ ہو گیا ہے..... خبر یہ دیکھئے۔"

چیف نے ایک کافنڈ جید کی طرف بوجا دیا جس کے اوپر کسی کی الگیوں کے نشانات  
تھے۔ کیا تم انہیں پہچان سکتے ہو۔ چیف نے پوچھا۔

جید تھوڑی دریک اُن نشانات کو دیکھا رہا تھا مگر انہیں سر برلا کر چیف کی طرف سوالیہ  
نہ ہوں سے دیکھنے لگا۔

چیف نے سمجھنی بیجائی۔ ایک سارچنٹ کرے میں داخل ہوا۔

"تکلیف دو سو سات۔"

سارچنٹ چلا گیا۔ تھوڑی دریک اس نے ایک چڑیے کا چھیلا اکر میز پر رکھا۔ چیف نے  
چھیلا کھول کر میز پر اٹ دیا۔ بہت سے کافیات میز پر بھر گئے اس نے ان میں سے ایک کافنڈ  
ٹھلا اس پر الگیوں کے نشانات تھے۔ اس نے وہ کافنڈ بھی جید کی طرف بوجاتے ہوئے کہا۔  
"وہ توں کو ملاو۔"

"تو توں ایک ہی آدمی کی الگیوں کے نشانات مطمئن ہوتے ہیں۔" جید نے خور کرنے  
ہوئے جواب دیا۔

"چاہتے ہو کس کی الگیوں کے نشانات ہیں۔" چیف نے کہا۔

جید کا دل شدت سے ہڑکتے کا۔ مرفق ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا کہنی یہ نشانات جھوٹی ہے  
سے تو فیض ماحصل کئے گئے اگر ایسا ہے تو ہرے پسے۔ اس نے چیف کے چہرے کو بخورد  
دیکھا۔ وہ سکرا رہا تھا۔ جید کو ایسا چھوٹا ہوا جیسے کہی نے اس کے دماغ پر گھوٹکے رسید کر دیا۔  
چیف اس کے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت دیکھ کر بولا۔

"تمہرا ذہنی..... سب خربت ہے۔ فریبی زندہ ہے۔" چیف نے کہا۔

”خدا کرنے ایسا ہی ہو۔“

”دکھو فریدی کی عرضی ایک ماہ کے لئے رخصت کے لئے آتی ہے۔“ چیف نے ایک کاغذ اس کی طرف پر حالتے ہوئے کہا۔ ”یہ نشانات میں نے اس عرض سے متعلق کچھ ہیں۔ عرضی چونکہ ٹاپ کی ہوئی ہے اور اس پر فریدی کے دھنڈا بھی نہیں ہیں اس لئے مجھے خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ بھی یہ معاشوں کی کوئی چال ہے۔ اس لئے اس پر الگیوں کے نشانات دیکھنے کی ضرورت نہیں آتی۔ میرا خیال ہے کہ فریدی پر پیشہ طور پر تفتیش کر رہا ہے اور یہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ وہ پڑھنے لگائے بغیر چلانگلیں پینے سکا۔“

حید کے ذہن میں وہ بھیاک چہرہ ناپہنچنے لگا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ بھی اس کی چال معلوم ہوتی ہے۔ درست فریدی صاحب تو عاصب ہونے کے بعد اپنی پرچھائیں لے کر سے بڑھتے ہیں۔ انکی صورت میں ان کا پاہر سے جھینکی کی درخواست دے کر جانا کہ میں یہاں موجود ہوں کوئی سقی نہیں رکھتا۔ عرضی میں یہ بھی نہیں لکھا تھا کہ وہ بھیگی کہاں سے گئی ہے۔ اگر خود فریدی صاحب کا ارادہ روپیشی کا ہوتا تو وہ بھیگی کی درخواست نہ دیتے کیونکہ انہوں نے ایسا بھی نہیں کیا تھا۔

”بہر حال حالات ناساز گار ہیں۔“ چیف نے کہا۔

”جی ہاں.....!“

”چھاکل رات تم چھاکس کا کرو ہے تھے۔“

”ایک بہت ہی بھیاک آدمی کا ہے میں نے نادی میں دیکھا تھا۔“

”نادی..... وہی جس کا مالک ستوش ہے۔“

”جی ہاں.....!“

”اس پر تو عرض سے ہم لوگوں کی نظریں ہیں لیکن کبھی ایسا ہمارا ہاتھ نہیں آ کر اس کا قلع قلع کیا جاسکے۔ وہ عاشقی کا ایک کلا ہوا اداہ ہے۔ لیکن کوئی ایسا شوٹ نہیں ملا جس کی بناء پر کوئی کارروائی کی جاسکے۔“

”درائل بیکا جنگے دہان لے گئی تھی۔ جنگے ہر بے کہ اس ہوئی میں جیاشی سے بھی زیادہ بھیساں کوئی کام ہوتا ہے میرے پاس اس کا کوئی مبوت نہیں تھاں میرا دل کھاتا ہے کہ ان دوار واقوں کے سلطے میں اس ہوئی کا بھی کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہے۔“ چید نے کہا۔

”ایک بات میری بھجیں نہیں آئی کہ فریدی کے غائب ہوتے ہی اچاک یا وارڈائیں ہوئی کہوں رک گکھ۔ جب کہ متواتر یہ سلسہ چاری تھا۔“ چید نے کہا۔  
چید پھر بھلا کیا۔

”میرے خیال سے تو اس کی وجہ بیکا معلوم ہوتی ہے۔ فریدی کے غائب ہوتے ہی محاذ خیر پولیس کے پیرو کر دیا گیا ہے۔“

”چھا ایک اور جیز میری بھجیں نہیں آرہی۔“ چید نے کہا۔ ”کہ آخر فریدی کی وہی پر اس کے دھنکاں کیوں نہیں ہیں۔ ایک جاہل سے جاہل آدی بھی یہ جانتا ہے کہ اپ کی ہوئی پیغام دھنکا کی عرضیاں مخمور نہیں ہوا کرتیں۔ میرا خیال ہے کہ اس وہی کے سلسہ میں اس کے ساتھ کوئی زبردستی کی گئی ہے۔ فریدی نے عالم اس پر دھنکاں کے ٹکڑے چاری تجوہ خاص طور پر اس کی جاگہ مبذول ہو۔ میرا دل کھاتا ہے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔“  
”نیکی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔“ چید نے کہا۔

”صرف سوچتے سے کام نہ چلتے گا۔“ میں اس کے لئے کچھ کہنا چاہئے۔ ابھی تک جو کچھ بھی ہوا ہے میں اس سے مطمئن نہیں ہوں اور یہ طریقہ اختیار کر کے تم آگے بڑھو یعنی نہیں سکتے۔ ابھی تک اس سلسہ میں صرف اتنا یہ معلوم ہوا ہے کہ واردات والی رات کو پولیس کی وہ لاری اشیاں کے چاکف پر رکھی گئی تھی تھے ڈاکواڈا لے گئے تھے جو شخص اس لاری کو چلا رہا تھا اس کے متعلق سننے میں آیا ہے کہ وہ اس تصویر سے بہت ملا جلا ہے۔“ چید نے میرا دراز سے ایک تصویری ٹکال کر حید کی طرف پڑھاتے ہوئے کہا۔

”اُرے یہ تو وہی ہے۔“ چید کے منہ سے بے اختیار لکل کیا۔

”کون.....؟“

”رات جس کا نہیں بھیجا کر رہا تھا۔“

”بہت اچھے۔“ چیف اسپلائر خوشی سے چھپا۔ ”تو کیا وہ جھیں نادیٰ میں ملا تھا۔“

”میں ہاں۔“

”تو یہ کہو کہ یقیناً نادیٰ آج کل بد محاشوں کا زور ہو رہا ہے۔“ چیف نے کہا۔

”جانتے ہو، یہ کون ہے۔“

حید نے فتحی میں سر ہلا دیا۔

”دلاور خان مشور پڑا ورنی قاتل، اس نے بہت سے خون کئے ہیں۔ اس سال ہوئے یہ افغانستان بھاگ گیا تھا۔ اس کے بعد سے قطبی لاپور رہا۔ اپنائک پھر دکھانی دیا۔ یہ تباہ کر کم نے اس کی رہائش گاہ کا بھی پہ لکھایا تھا۔“

”اس کی قوبیت ہی نہیں آئے پائی۔ وہ شاید مجھے بھیجا تھا۔“

اس کے بعد حید نے ہوٹل کی ساری داستان بیان کر دی۔

”بھی وہ بے پناہ طاقت کا آدمی ہے۔ ایک بار اس نے صرف ایک گھنٹہ میں ایک آدمی کی جان لی تھی۔ خیر اگر واقعی وہ اس شہر میں موجود ہے اور اس واردات میں اس کا بھی باحصہ ہے تو چکر کرنیں چاہئے۔“

چیف نے گھنٹی بھالی۔ ایک آدمی اندر آیا۔

”اسپلائر ہر جی کو سلام دد۔“ چیف نے کہا۔

”اسپلائر ہر جی کو آناد کی کہ حید کھڑا ہو گیا۔“

آج آپ کو دلی اسپلائر میں دیکھنا ہے۔“ چیف نے سب اسپلائر ہر جی سے کہا۔

”میں ہاں..... میں جائی رہا تھا۔“ سب اسپلائر ہر جی اگرچہ میں بولا۔ ”لیکن صاحب

محیٰ کوئی ایسا آدمی دیکھنے جو واقعی کام کا ہو۔“

”حید کو لے جائیے۔“

”بہر ہے۔“ سب اسپلائر نے حید کی طرف دیکھنے ہوئے کہا۔

دلی ایک پرنس کے آنے میں بھی کافی درجی۔ حید اور ایکٹر بڑی پیٹھ قارم پر بخت  
لگ۔ خدا حید ایک آدمی کو دیکھ کر لٹک گیا۔ وہ کوئی مارواڑی سمجھتا۔ اس کا سامان پیٹھ قارم  
پر رکھا ہوا تھا۔ غالباً وہ بھی دلی ایک پرنس کے اختصار میں تھا۔ حید کو ابھی طرح یاد تھا کہ اس نے  
اے گذشت رات کو ہاتھی میں دیکھا تھا۔ اے دیکھتے ہی حید کے ذہن میں فراخیال گو نجیب ہا  
تھا کہ وہ کیوں نہ آج اس مارواڑی کے بیس میں ہوئی جائے۔ اعزاز سے مطمین ہوا تھا کہ یہ  
مارواڑی اس ہوئی کا کوئی مستقل چاہک ہے کیونکہ بھیل رات وہ کافی درجک ہوئی کے بغیر سے  
باتیں کرتا رہا تھا اور دونوں کا الجھ بچھوں قسم کا تھا۔ جس سے بے تکلفی کی بہ آتی تھی۔ حید سوچنے  
لگ کہ خود وی کوئی لاماسٹر کرنے چاہا ہے۔ جسی تو اس کے ساتھ اتنا سامان ہے۔ تکریبے سچے سچے  
لیا جائے کہ وہ خود سفر کرے گا۔ بہت ممکن ہے۔ کہ وہ کسی کو رخصت کرنے آیا ہو۔

حید کی تھریں اس مارواڑی سمجھو پر تھیں اس کا سامان ایک فرسٹ کلاس کپارٹمنٹ میں  
رکھا چاہا تھا۔ پیدا کپارٹمنٹ ریزورچ تھا۔ حید نے ریزورچ شن کارڈ پر ٹھاٹا۔ بھیجی تھک کے لئے  
ریزورچ ہوا تھا۔ مارواڑی کو اس قبیل میں تھا بیٹھ دیکھ کر حید کی جان میں جان آئی۔ وہ رات کے  
لئے پروگرام بنانے لگا۔

تحوڑی دری بعد اُنہی نے سیشی دی اور گاڑی آہستہ آہستہ پڑھنے لگی۔

"کچے صاحب سب تھیک تھا۔" حید نے ایکٹر سے پوچھا۔

"تمیک ہی تھا کیونکہ ہمارا لوگ کا ذمہ بھی لگایا جاتا ہے۔" ایک پرنس کی نے کہا۔

آج حید کے لئے اس وقت انہیں آنا بہت ہی کارامد ثابت ہوا۔

## ہنگامہ

حید شام کو جب گمراہ تو شہزاد کو اپنے اختصار میں پیدا۔ حید کو دیکھتے ہی وہ اچھل پڑی۔

رات کا واقعہ ہے یہ میں تانے کی جیسے اسے ذریموں کے لئے خدا ک پھرے والا  
میں آس پاس چھپا ہواں کی گھنکوں سے رہا ہو۔

”میں نے خود ہی اپنا فضل بدلتا ہے کون خدا گواہ اپنی جان خطرے میں ڈالے۔“

جید نے کہا۔

”مجھے یعنی کمال ہے کہ فریضی صاحب تھکریت ہیں اور پوشیدہ طور پر اپنا کام کر رہے  
ہیں۔“ شہزاد نے کہا۔

”میں تو اب حکم آگیا ہوں۔ خود بالا وجہ خطرے میں چاہا دپڑتے ہیں اور صاحب ہی  
ساتھ مجھے بھی نہیں۔“ جید نے ناخنگوار لجھے میں کہا۔“ اور پھر بعد میں فکاہت کرتے ہیں کہ  
تم نے میری ذرہ براہمی پروادہ نہ کی۔ میں تو بہت جلاں خدمت سے احتیاط دے دوں گا۔  
مرے پاس انتار پیٹا اکٹھا ہو گیا ہے کہ آسانی کوئی حجارت کر سکا ہوں۔“

”میں ہانے لگے ہوائی قلعے۔“ شہزاد فس کر بولی۔“ کتنا سرمایہ اکٹھا کر لیا ہے آپ  
نے۔ آپ کی گواہ ہے ہی کتنی۔“

”میرے پاس میں ہزار روپیہ ہے۔“

”میں ہزار..... کپاں ڈاک مارا تھا۔“

”ایک مرجب ایک کیس کے سلسلہ میں میں نے اور فریضی صاحب نے ساروں بن کر  
چالیس ہزار روپیہ کیا تھا۔“

”تو اس میں سے میں ہزار روپے آپ کو ملے تھے۔“

”میں پورے چالیس ہزار، فریضی صاحب اس حجم کی رقمیں نہیں رکھتے اور پھر انہیں کی  
کس بات کی ہے۔ لکھنؤ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، لاکھوں روپے کی جائیداد ہے۔“

”تو یقیناً میں ہزار کیا ہوئے؟“

”میں ہزار تو اگلے ہیں۔ ان کو میں ہاتھ حکم نہیں لکھتا۔ یقیناً میں ہزار میں سے صرف

دس ہزار روپے گئے ہیں۔“

"وہ ہزار..... باقی کیا ہوئے"

"کمال کر دیا..... اے بھی وہ خرچ ہو گے۔ ملا کوئی ہندوستانی جاؤں صرف تزوہ کے  
مل پر اقی نوابی کر سکتا ہے۔"

"تو یہ کہے کہ آپ خیرات کے چیزوں سے ہر کہہ ہے ہیں۔"

"خیرات کے کیوں۔"

"خیرات نہیں تو اور کیا۔ سادھو اور فتحروں کو خیرات بھیں دی جاتی تو اور کیا؟ بھارے  
غربیوں کی گاڑھے پیسے کی کمالی کہ آپ لوگوں نے دھوکہ دے کر لوت لیا۔"

"ایسا تو نہیں۔" حید نے کہا۔ "یہ مہارانی صاحبہ کا عطیہ ہے۔ چار سال ہوئے ہم لوگ  
ایک قاتل کی علاش میں بیٹرس گئے وہاں پر چالا کر وہ ایک بہت بڑے گروہ کا سربراہ ہے اور یہ  
میں معلوم ہوا کہ اس کے ساتھی اور وہ خود گونا گونا سادھوؤں کے بھیں میں رہتا ہے۔ لہذا ہم لوگوں  
نے اپنا بیال پھیلانا شروع کر دیا۔ فریبی کی شعبدہ بازیوں کی وجہ سے ہم لوگ بہت جلد شہر  
ہو گئے۔ ایک بار فریبی نے کمال کر دیا۔ رات کا وقت تھا۔ فریبی کے دربار میں مستحقین کا  
تحمکت تھا۔ دھننا زور کی آنکھی چلی، سارے چانغ گل ہو گئے تھیں فریبی صاحب کا چہرہ  
اندر سرے میں جھکا رہا تھا۔ میں پھر کیا تھا غیرے کو بخیج لے۔ آنکھی ختم ہو جانے کے بعد چانغ  
دوبارہ جلائے گئے۔ اب ان کا چہرہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا تھا۔ اس دن کے بعد سے سارا  
ہمارا لٹ پڑا۔ دور درد سے لوگ درش کے لئے آنے لگے۔ روزانہ ہزاروں روپیے کی  
بیعت چھپتی تھی، تھیں فریبی صاحب سب کو واپس کر دیتے تھے۔ ایک دن مہارانی صاحبہ ان  
کے درش کو آئیں۔ یہ بھاری اس وقت حاملہ تھیں کہ قدم اٹھانا دو بھر ہو رہا تھا۔ ان کے ساتھ  
ایک ریپیڈی تھی اور وہ یہ کہ ان کا ہر کچھ ضرور ہو یہاں ہو رہا تھا۔ فریبی صاحب نے انہیں بہت تباہ  
ذپٹ کر دعا دی۔ جاتے وقت انہوں نے کچھ نذر کرنا چاہا مگر چونکہ میں فریبی صاحب کی  
عادت سے واقع تھا میں نے ان کے بولنے سے قل عی رانی صاحب سے کہہ دیا کہ  
اس کا نام بھی نہ لجئے گا ورنہ مہارانی جاری ہو جائیں گے۔ مہارانی صاحب لوٹ گئی۔ ان کے

جانے کے بعد فریبی صاحب نے مجھے خوب ڈایتا اور کہا کہ انکی موٹی اسمیں کامال جائز ہے۔ مہارانی صاحب اپنے محل کے دن پورے کر رہی تھیں۔ تم چار دن کے بعد ان کے بعد ہوا لیکن اس پاروہ تک زندہ رہا۔ ایک ہفت کے بعد مہاراجہ پرنس تھیں تشریف لائے اور ہمارے مہاتما کو ڈاٹوٹ کر کے ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھ رہے۔ مرے شیر کے رعب کا یہ ٹائم تھا کہ مہاراجہ صاحب تقریر کا پڑ رہے تھے۔ آخر دو تین ہوئے انہوں نے ہزار ہزار کی چالیس گزیاں مہاتما کے چڑوں میں رکھ دیں۔ مہاتما نے ایک ٹھوکر رسید کی لیکن میں نے بہت اختیاں سے انہیں اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ مہاراجہ صاحب نے انجوکی کہ تم لوگ ہماری چھوڑ کر انہی کی ریاست میں رہیں۔ لیکن مہاتما جی نے وہ ذات پلائی کہ اوسان خطا ہو گئے۔ یہ ہے ان روپوں کی کہانی۔“

شہزاد بڑی توجہ کے ساتھ من رہی تھی۔

”اُن خران کا پھرہ پختنے کیسے لگا تھا۔“ شہزاد بولی۔

”خود فریبی کے چار کروہ ایک لمحہ کی کرامت تھی۔“

”بھی کمال کرنے میں آپ لوگ بھی۔“ شہزاد نے کہا۔ ”اچھا بھروسہ اس ڈاکو کا کیا ہوا۔“

”ہریا گیا۔“ میں نے کہا۔ ”ہملا فریبی کسی کام میں ہاتھ ڈالے ہو رہے اور ہمارہ جائے۔“

”تو ہر حال آپ لوگ اس طرح ابھی خاصی دولت پیدا کر لیتے ہیں۔“ شہزاد نے کہا۔

”اور اس پر بھی آپ احتیفی دینے پر تسلی ہوئے ہیں۔“

”کیا کیا جائے..... سکون نہیں ملتا۔“ حمید بولا۔ ”اب سمجھا دیکھ لو کہ ابھی ابھی ذفتر سے آ رہا ہوں۔ اب ایک گھنٹے کے اندر مجھے چیف کے بلڈ پر بیٹھنا ہے۔ اب تم عنہاڈ لکھا جات

میں کوئی تشریف آدی اس حرم کی ملازمت کیسے گوارا کر سکتا ہے۔“

”کیوں اب کہن جانا ہے۔“ شہزاد نے کہا۔

”کچھ بھی معلوم ..... بس حکم طا ہے۔“

”واہ یہ ابھی رہی۔“ شہزاد نے کہا اور پھر کچھ اصرہر کی باقاعدہ جیگڑ دیں۔ حمید بھردا رہا تھا

کے شہزادیں کر کر بھی اسے پھر چیف انڈسٹری کے یہاں جانا ہے جلی جائے گی اور وہ ہمیشہ اس سے آج رات کے پروگرام پر خور کرے گا۔ لیکن شہزادی سے مسٹر ہولی۔ حید کو اختلاج ہونے لگا۔ آخر کس طرح اس سے پھر کارا اس احتمال کرے۔ اگر اسے ذرا سامنی بیٹھے ہو گیا کہ وہ پھر دلادر خان کے پھر میں جا رہا ہے تو وہ اس کا ناطق بند کر دے گی۔ شہزادی زردوستیوں پر اکثر اسے فسر آنے لگتا تھا۔ وہ سچانقاہ کفر بیوی واقعی بڑا مختدد ہے جب محیوب کے ہاتھوں یہ حال ہو جاتا ہے تو یہی کتنی خطرناک ثابت ہوتی ہو گی۔

”اے بھی ذرا جلدی کھانا تیار کرو۔“ حید نے تو کر کو آواز دے کر کہا۔ ”محضے جلد ہی جانا ہو گا۔“

”اُنکی بھی کیا جلدی۔“ شہزادی بولی۔ ”کیوں تو پوری ہی کرائے ہیں اب ذرا دیر ہی سکی۔“

”ہم لوگ چندیں کھنٹے ڈیوٹی پر رہتے ہیں۔“ حید نے کہا۔

”سب کئنے کی پائیں ہیں۔“

”ٹھینک کرنے کی پائیں ہیں۔“

”آپ سے زیادہ ذرپوک آئیں میں نے آج بک دکھائی نہیں۔“ شہزاد طریقہ پھر میں بولی۔

”مجھے افسوس ہے کہم لے اپنی اتنی عمر مفت خانی کی۔“ حید نے کہا۔

”کیوں.....؟“

”اس لئے کہم نے اب تک کوئی ذرپوک آئی نہیں دیکھا۔“

”وکیلہ تو رہی ہوں۔“

استھ میں کھانا آ گیا۔ دلوں نے کھانا کرنے کے بعد پھر لونا شروع کر دیا۔

”اجھا بھی ..... اب چلتا چاہئے۔“ حید نے اسٹھنے ہوئے کہا۔ ”چلو تم کو تھا رے مگر

پھر گر میں چیف کے یہاں چلا جاؤں گا۔ آج گاڑی بن گئی ہے۔“

حید نے کارنالی اور شہزادی کے لئے اس کے گھر کی طرف رو انہوں کیا۔ اسے گھر چوڑ کر

وہ یونہی بلا مختدد بڑی دری بچ سڑکوں کے پھر کا جا رہا۔ تقریباً آٹھ بجے وہ گھر لوٹا اور سیدھا

ڈریک بوم میں کم سیا۔ ایک گھنٹے کے بعد جب وہ دہان سے نکلا تو رامبے کی روشنی مگر کر کے اندر ہے میں چھپا چھپا تو کروں کی نظر وہ سے پچھا ہوا سڑک پر آگئا۔ وہ اسی دوپہر والے ماہ و اوزی سینھ کے بھیں میں تھا۔ تجوہی دور یہ دل جانے کے بعد اس نے بیکی کی اور نادی چانپھا۔ حرب دستور یہاں کافی چال پہل تھی۔ اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن دلاور خان کیلئے نہ دکھائی دیا۔ نیجے نے اسے درستی سے سلام کیا۔ حیدر دانت نکال کر مسلم کا جواب دیتے ہوئے ایک خالی کری پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں ہال میں نصب کئے ہوئے اس مورث کے بت پر پڑیں جس کے جسم کے گرد آج دوسرا ساری لمحتی گئی تھی۔ یہاں یہ بت بھی عجیب و غریب چیز تھا۔ دور سے بالکل ایسا مسلم ہوتا تھا جیسے کچھ کوئی اجتماعی حسین مورث کفری ہو۔ روزانہ اس کے کپڑے تبدیل کر دیتے جاتے تھے۔ بت ایک چار پانچ فٹ کے دارہ نما چپڑتے پر نصب تھا۔ حیدر دکھ اسے گھومنا رہا۔

اس نے ہیرے سے بیڑ لانے کو کہا اور اوکھنے لگا۔

ایک بیڑ اولیں نہیں آیا تھا کہ اسے کل والا وہی قوی وہکل آدی دکھائی دیا جو کل دلاور خان کے ہاتھ پہنچ گیا تھا۔ وہ سیدھا اسی کی طرف آ رہا تھا۔ حیدر نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوپور کو مصروفی سے کھو لیا۔ اس کا انعام وہ تو اس نے کل عی کا لایا تھا کہ وہ بھی کوئی بدھاٹھ ہے۔ اس نے قربب آ کرمود بانہ انداز میں حیدر کو سلام کیا اور اسکے قربب ہی بینچ گیا۔

”کیوں سینھ می آج کیا ہاتھ ہے۔ بہت کھوئے کھوئے نظر آ رہے ہو۔“

”کوئی ہاتھ نہیں..... ا۔“ حیدر نے مسکرا کر کہا اور کھانے لگا۔ ”کیا ہاؤں سکھت جھاٹ

”ہم کو ہو گیا ہے۔“

”یہ تو آپ کی آبادی تھا رہی ہے۔“ وہ بولا۔ ”موسم ہی ایسا ہے۔“

”موسم سالا جراہی ہے۔“ حیدر نے کہا۔ ”آج اسی لئے بیڑ بیڑی رہا ہوں، تم کیا کوئے۔“

”جو بیڑ دے سیڑا سینھ۔“

”تم اسکا راجھ ہے.....!“

اس آدمی نے دانت نکال دیئے۔

اس کا تو حمید نے پہلے ہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ آدمی مارواڑی سینہ سے کافی بے ٹکفت  
محلوم ہوتا ہے۔ اس نے احتیاط سے کام لیا شروع کر دیا تھا۔

”اے بیرا ایک بڑا اسکاچ اور سوڑا، بھی لاو۔“

بیرا جلد ہی اسکاچ اور سوڑا لے آیا۔ دونوں پتے لگئے، آج حمید ہی کڑا کر کے زندگی میں  
کلپی باری برا تھا۔

”کیوں سینہ آج بھیل نہ ہو گا۔“ وہ آدمی اسکاچ کی چکلی لے کر بولتا۔

”تھیں بھائی، آج طبیعت نمیک تھیں۔“

”آج ایک بڑی گھوڑی چیر آئی ہے۔“ وہ آدمی بولتا۔ ”میں آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔“

”چھا.....!“ حمید سکرا کر متی خیر انداز میں بولا۔ ”اب وہ مخالفت کی تھی تک مخفی چکا تھا۔“

”ہاں سینہ.....بس بھجا لو پا آم ہے۔“

حمد عبیدوں کی طرح ہوتوں پر زبان پھیرنے لگا۔ دونوں نے جلدی جلدی شراب ختم کی۔  
”آؤ جیلیں.....!“ وہ انشتہ ہوئے بولتا۔

حیدر اس کے بھیجے ہو لیا۔ ہاں سے گزر کر انہیں کی اور کروں اور گلیوں سے گزرننا پڑا۔  
ایک کمرے میں بھیجی کر اس آدمی نے ایک الماری سے روپ کا توپڑا نکالا اور حمید کو پکڑا اور ادا۔ حمید  
خت تحریت میں تھا کہ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔

”کیا سوچ رہے ہو سینہ۔“ وہ حمید کوشش دیکھنی دیکھ کر بولتا۔

خفا ایک خیال بھلی کی طرح حمید کے ڈہن میں کونڈ گیا۔

”وہ زور دو ہی نہیں، آگر تم ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتا۔“ حمید نے وہ توپڑا اپنی آنکھوں پر  
چڑھاتے ہوئے کھلا۔ ”توپڑا اس کی آنکھوں پر اس طرح فٹ ہو گیا کہ روشنی کی بھلی کی لکیر ہی  
اے نہیں کھلتی وہی تھی۔ اب اس آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر پٹھنے لگا۔ وہ  
آنکھوں کی طرح اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے کہی بار سوچا کہ توپڑے کو زور اس سماں کا کرم اور کم

راستہ یعنی دیکھ لے سکن ہوت رہ پڑی اور اگر مت پڑی بھی جاتی تو وہ ایسا کرنی کیسے سکتا تھا جبکہ اس آدمی نے اس کے دلوں ہاتھ پکار کر کے تھے۔

تمہروزی در بحدا سے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی زندہ سے فتحی اتر رہا ہے۔ وہ سوچنے کا کاب وہ کسی تمہرے خانہ میں جا رہا ہے۔ زندہ ملے کر کیکے بعد اسے تمہروزی دور اور اسی طرح چلتا پڑا۔ پھر اسکے دلوں ہاتھ پھوڑ دیئے گئے۔ اس نے جلدی سے تجوہ اتنا کر کر اپنے ساتھی کو پکڑا دیا۔ اس وقت وہ ایک بہت لمبے چڑھتے تمہرے خانہ میں تھا جہاں بے شمار میرے اور کریماں پڑی تھیں اور لوگ بیٹھے جو اکھیل رہے تھے۔ ایک طرف پکھو لوگ زمین پر اونچے پڑے چاڑوں پر رہے تھے۔ حید کا ساتھی اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے ایک کرے میں آیا۔ جہاں ایک عورت تمہرے علاوہ میٹھی شراب پی رہی تھی۔ حید اسے دیکھ کر بھوچ کارہ گیا۔ یہ شہر کے مشہور لگہ پتی کی نوجوان یہی تھی۔

”کیا تمہیں اس گندے ماداڑی کے علاوہ کوئی اور جنگل ملا۔“ وہ کری سے انھوں کو خیر لے جو میں بولی۔ ”دور ہو جاؤ یہاں سے۔“

”خنے تو کسی۔“ وہ بولا۔

”میں پکھو جنیں سنتی، تم ایجھے خا سے گدھے ہو۔“ وہ جھیج کر بولی۔ ”کالا اسے یہاں سے۔۔۔ اگر کوئی اور جنگل تو تم خود کس سے کم ہو۔“

حید کا ساتھی اسے پھر بڑے کرے میں لے آیا۔ جہاں لوگ جو اکھیل رہے تھے۔ ”یہ تمہرے خانہ میں ابھی آیا، پھر دو دھاتھوں گے۔“ اس نے کہا اور اسی کرے میں واپس چلا گیا۔

اب حید کی بکھر میں ابھی طرح آگیا تھا کہ یہاں کیا ہوتا ہے۔ اس نے چاروں طرف نظر دو دی۔ دھاتا دھات پچھک پڑا۔ ایک میر پر دلاور خان بھی جو اکھیل رہا تھا۔ ایک طرف آدمی بول شراب اور گلاں رکھے تھے۔ ہوتون میں موہن سا سکارہ دبا دھاتا۔ حید نے پھر ایک بیرے کو بلکر بیڑ کا آرڈر دیا۔ وہ اس میڑ پر بالکل تھا تھا۔ جیسے ہی بول شراب لے کر آیا کسی طرف سے

دو آدمی اور آکر میز پر بیٹھ گئے۔

”کوئی سینہ کیا ارادو ہے۔“ ایک نے کہا۔ ”کیا آج محیل گئیں۔“

”وہاں محیل..... مگر زیادہ لمبا نہیں۔“ حید نے اپنے معمتوں غلط داتوں کی نمائش کرتے

ہوئے کہا۔

”آج تو ہو جائے۔“ دوسرا بولا۔

اسنے میں وہ شخص بھی آگئا جو حید کو اپنے ساتھ لایا تھا۔

”کوئا ستاد کیسی روی.....!“ وہ محیل نبھی پشتہ ہوا پہنچ گیا۔

”پیر تو ہو چلا ہے۔“ حید نے پھوپھڑ پے کے ساتھ کہا۔

”وہی پر اپنے کام کی نہیں۔“ وہ بولا۔

چے پاٹ دیجے گئے اور وہ چاروں بھی کیتے گئے۔ حید برادر ہارے چارا تھا۔ اس نے  
محبوں کر لیا کر پتے لگائے جا رہے ہیں اس لئے اس نے احتیاط سے کھینا تروخ کر دیا۔ وہ ہمارے  
پتے پھیکتا چارا تھا۔

”آج چال نہیں جل رہے ہو سینہ کیا بات ہے۔“ ایک بولا۔

”آج پیر کم ہے۔“ حید نے پہنچا۔

”اڑے تم اس کی پروادہ کیوں کرتے ہو۔ ادھار لے لو۔ اپنے ہی آدمی ہو کوئی غیر نہیں۔“  
وختا ایک دھماکتی آواز سنائی دی۔ سب چوک پڑے۔ دلادر خان نے میراٹ دی جی  
اور اب کمرا ہاتھ میں خالی بوجل لئے ہوئے تو قل رہا تھا۔ اس کے ساتھ کے تینوں کھلاڑی زمین  
پر پڑے ہے تھے۔

”پتے لگاتے ہو؟“ وہ گرج کر بولا۔

پھر ایک ریوالوں پڑھتے کی آواز سنائی دی۔ لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک قد آدمی  
جس نے اپنا چہرہ سیاہ قاتب میں پچھا رکھا تھا ایک ہاتھ اٹھا کمردا تھا۔ سارے تہ خانہ میں  
سنایا چاہیا۔ محیل بند ہو گیا، سب لوگ اپنی اپنی حکومت بند کرے تھے۔ قاتب پوش آہست

آہستہ چلنا ہوا دلاور کے قریب آیا اور اسکے ہاتھ سے خالی پوچل چھین کر ایک طرف ڈال دی۔  
دلاور خال چپ چاپ کمرا گھا۔  
”کون ہو تم.....؟“ قاب پوش گرج کر بولا۔  
دلاور خال چپ چاپ کمرا رہا۔

”اے بھاں کون لایا ہے۔“ قاب پوش مجھ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔  
”میں.....؟“ حسید کا سامنہ ہاتھ انداز کر بولا۔ ”یوہی ہے جس سے کل میری لڑکی ہوئی تھی۔“  
”اچھا تو یہ وہی ذات شریف ہیں۔“ قاب پوش دلاور کی طرف دیکھ کر سر ہلاتے ہوئے بولا۔  
دلاور خال سکرانے لگا۔

”تم نے بھاں ہر ٹو ٹوگ کیوں مچائی۔“ قاب پوش تھیر لجھ میں بولا۔  
”تمہارے کھلاڑی بے ایمانی کرتے ہیں۔“ دلاور خال نے پر گھون لجھ میں کھا۔  
”کیوں ہے۔“ قاب پوش نے کہا۔ ”تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔“  
”یہ دو ہرے تاش.....!“ دلاور اسے تاش کی دو گذیاں دکھاتے ہوئے بولا۔ ”شریعوں  
کی بیب پڑا کر ڈالو تو ایک بات بھی ہے ہم جیسے تم جیسوں کے لئے جیب میں روپاں رہی  
 موجود رکھتے ہیں۔“

”بڑے تیک مار خال ہو!“ قاب پوش طھری لجھ میں بولا۔  
”میں تیک دو ناساٹھ مار خال ہوں پیٹا۔“ دلاور خال سینے پر ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔  
قاب پوش نے دلاور خال کے منڈ پر ایک گھونسہ مار دیا، دلاور لڑکڑا گی۔ شاید وہ اس  
کیلئے تدار نہ تھا۔ وہ جلدی سُبھل گیا۔ قاب پوش نے دوسرا گھونسہ مار دی۔ پھر تیسرا ہوڑ پھر اس نے  
گھونسوں کی بوچھاڑ کر دی۔ دلاور خاموشی سے پٹ رہا تھا۔ تھوڑی دری بعد قاب پوش ہاتھ پہنچنے لگا۔  
”اچھا اب ایک میرا بھی سنبھالو۔“ دلاور نے اسے سست ہوتا دیکھ کر کہا۔ دلاور کا ہاتھ  
پڑتے ہی قاب پوش ذہب ہو گیا۔ اس کے منڈ سے خون لکل رہا تھا۔ اس نے اخنچ کی کوشش کی  
لیکن اب کی دلاور نے اس کی ٹھوڑی پر ایک لات رسیدی، قاب پوش بلیلا اٹھا۔

یہ دیکھ کر حمید کے ساتھی نے پتوں کاں لیا، نہ جائے کس اپاک خیال کے تحت حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپر اٹھا دیا، کوئی چل جکل جی۔ مکمل کا بلب بٹانے ہو گیا اور سارے بچے خانہ میں اندر ہرا چاہیگیا۔ اندر سرے میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگ اور اُھر ایک درسرے سے گلرات پھر رہے تھے۔ کسی نے حمید کی سمجھی پر ایک گھونڈ رسید کیا، وہ پچھا کر کر نہ کا۔ فروا کسی نے اسے سنجال لیا اور اتنی پیشے پر لاد کر لے بھاگا۔ وہ اور چھڑ رہا تھا۔ اور پیر ہری پر پتھن کر اس نے حمید کو اتنا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف آہستہ آہستہ رینگتھے کا۔

”چپ چپ چلے آؤ۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ حمید کا سرچوت سے گلراہا تھا۔ دونوں نے چوت نولانا شروع کی تھیں ہمارہ جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ چوت سے تقریباً ایک فٹ نیچے رسید کو چوت اور دیوار کے درمیان اتنی جگہ محسوس ہوئی جس میں ایک آدمی لیٹ کر باہمانی ریکھ سکتا تھا۔ غالباً اس کے ساتھی نے بھی اسے محسوس کر لیا تھا۔

”اُھر چھڑ چلو.....!“ اس نے آہستہ سے کہا۔

دونوں اس دراز میں لبے لبے لیٹ کر گئے۔

”اب یہاں لیٹ کر کسی آنے والے کا انتحار کرنا چاہئے، یہاں دروازہ ضرور ہو گا ورنہ زینوں کی کیا ضرورت تھی۔“ وہ آہستہ سے بولا۔

”مگر اس طرح ہم لوگ دیکھ لئے جائیں گے۔“ حمید نے بکا۔

”اچھا تو آگے کی طرف کمکنا شروع کرو، دیکھیں اُھر کیا ہے۔“ وہ بولا۔ دونوں لیٹے ریکھنے لگے۔ تھوڑی دردر سرکنے کے بعد حمید نے مجیب حتم کی بڑی محسوس کی اور ساتھ ہمیں پانی پہنچی ہیکلی آواز نئی دینے لگی۔

دلاور آگئے تھا۔ دھنٹا وہ رک گیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ کاں کر رونٹ کی۔ آگے دو فٹ پھر اور تقریباً چار فٹ لمبا ایک گڑھا تھا۔ حمید اپنے ساتھی کو بخورد دیکھ رہا تھا۔ ”یخو کوئی گندہ تالا ب بہرہا ہے۔“ اس نے حمید کی طرف مرکر کہا۔ ”مگر بدبو بہت سخت ہے۔ اب چلو ایک تدبیر کجھ میں آتی ہے کہ ہم لوگ اس میں کو پڑیں کہیں شکنیں تو جا کر

لکھیں گے۔"

اور اگر کبھی یہ نالا آئے کے جمل کرنا ہی ہو گیا تو کیا ہو گا۔ "جید بولا۔

"اچھا، اور اگر بھاں پکڑے گئے تو کبھی خاطر ہو گی۔ یہ بھی سوچ لو میری جان۔ چنانے کے مطہش وہ تھیں کافی کڑی سزا دیں گے۔ میرے خیال میں تو اس نالے میں گھٹ کر رجھانا کافی اچھا ہو گا۔"

"جیسی تمہاری مرمنی.....!" جید نے بے بُی سے کہا۔

"اچھا تو پہلے میں کوڈتا ہوں۔" یہ کہ کر دلاور اس گھوڑے میں اتر گیا۔ مجھے سے اس نے ٹارچ و دکھائی لور جید بھی کوڈ پڑا۔ تقریباً چار پانچ فٹ چوڑا تھا آدم نالا تھا۔ سارے شہر کا گنداباپی اس میں بہا کرنا تھا۔ جید نے اپنی ٹاک مغبوٹی سے دبار کی تھی۔ دونوں آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ پانی جید کی کر بخ تھا۔

"میرا تو تم گھٹ رہا ہے۔" جید نے کہا۔

"مگر باو نہیں..... یہ نالا ہرگز نالی نہیں ہو سکتا ہے۔"

"لیکن ہم کب تک اس طرح چلتے رہیں گے۔ باہر نکلنے کی کیا صورت ہوگی۔" جید نے کہا۔  
"تم نے سڑکوں پر بعض جگد لوئے کی تھیں جو براں گی ہوئی دیکھی ہوں گی۔ ان کا تسلی نالے سے ہے گھبراو نہیں۔"

تو ہزاری دری پلٹے کے بعد پانی کی سطح پر روشنی کے کثیں لبریتے دکھائی دیئے۔

چارچھوٹی بھی آگئی۔ "جید نے کہا۔

"پاگل ہوئے ہو، اس جگہ کافی آمد و رفت معلوم ہوتی ہے۔ اگر بھاں اوپر نکلنے تو اچھی خاصی چاہت بن جائے گی۔ تم تو خیر خیلی جاؤ گے لیکن میرے سلطے میں کافی چھان بنن کی جائے گی اور نتیجہ یہ ہو گا کہ میں جتل میں نظر آؤں گا۔"

"بھلا میں کیسے فتح جاؤں گا۔" "جید نے کہا۔

"جید بھاں، تم مارواڑی کے بیس میں مجھ سے نہ چھپ سکو گے۔" دلاور خان بڑھ کر

بولا۔ "خیر چلو..... من نے جھینیں معاف کر دیا۔ اگر آج تم میرے بیچے نہ لگتے تو میں دوسری دنیا میں جوتا۔"

"میں اُقیٰ تمہارا قطب ان لوگوں سے نہیں۔" حید نے کہا۔

"ہرگز نہیں..... میں ان لوگوں سے بدل لئے تھیں تاہم جھوڑوں گا۔"

"آخیر یوگ ہیں کون۔" حید نے پوچھا۔ "اور وہ خاتب پیش کون تھا۔"

"ناؤنی کا ناٹک سنتوں....." دلادر نے کہا۔ "یہ لوگ صرف نکلیں تک مدد و نجات،"

انہوں نے اپنا جال دور دور سک کچھیلا رکھا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو کل ہی....."

"جی ہاں کل ہی آپ انہیں گرفتار کر لیں گے۔" دلادر نے ٹھوڑی اعزاز میں کہا۔ "ان کے

خلاف شوٹ کیے جیسا کرو گے۔"

"تمہرے خانہ اور اس کی فیر قانونی درستگی۔" حید نے کہا۔

"تو کیا تم اس تمہرے خانہ میں دیوارہ پہنچ جانے کی امید رکھتے ہو۔" دلادر نے کہا۔ "کیا

تمہاری آنکھوں پر بیٹی نہیں باہمی گئی تھی۔"

"یہم لوگ اسی نالے کی راہ سے حل کریں گے۔" حید نے کہا۔

"بہت خوب....." دلادر نے خس کر کہا۔ "وہ گزٹھا اسی وقت پاٹ دیا جائے گا اور کل

جھینیں اس کا نشان لکھتے ٹلتے گا۔"

"خیر جھوڑو۔" حید نے کہا۔ "یہ تھا کہ تم نے فردی صاحب کو کہیں گرفتار کر رکھا ہے۔"

"فریڈی کو آج چھوڑ دیا ہے۔" دلادر نے کہا۔ "کیا وہ گمراہ نہیں ہے؟"

"نہیں....." حید نے کہا۔

"تو پھر مجھے در ہے کہ کہیں وہ سنتوں کے بیچے نہ چڑھ گیا ہو۔"

"نہیں....." حید نے کہا۔

"بیری تو غاک کچھ میں نہیں آتا کہ آخراں کیا ہوا ہے۔" حید نے بے بی سے کہا۔

”چیز ہی انکی ہے کہ اسے سمجھنا اگر والی فریبی، سختی اور سیرے علاوہ کوئی اور جان بھی نہیں سکتا۔“

”اچھاتم نے فریبی کی تجویز سے کیا چیز غالب کی تھی۔“ حید نے پوچھا۔  
”میں تو ہمارا راستہ ہے، جو بتایا نہیں جا سکتا۔“ دلادر نے کہا۔ آخ فریبی نے تم سے کیوں پچھلایا تھا۔“

”میں تو کچھ میں بھیں آتا۔“ حید نے کہا۔  
”اچھاد کھودو وہ روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ جگہ سنان معلوم ہوتی ہے۔“ دلادر نے کہا۔  
حید نے اوپر سراخا کر دیکھا۔ بھری سے دھنڈی دھنڈی روشنی آتی دکھائی دے رہی تھی۔  
سرک کا یہ حصہ کافی دیران معلوم ہوتا تھا۔ حید نے دلوں ہاتھ اخاکر بھری میں تکادیے اور زور  
لگانے لگا۔ لیکن بھری میں جنسیں بھی نہ ہوئی۔ دلادر پہنچنے لگا۔ اس نے حید کو ایک طرف ہٹا دیا۔  
چند منٹوں کی چدوجہ کے بعد وہ بھری کو اس کی جگہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔  
دلوں اپنیں کر باہر آئے۔ بھری بھرو ہیں قلت کر دی گئی۔ حید سردی کی وجہ سے ہمی طرح  
کانپ رہا تھا۔ لیکن دلادر پر کوئی خاص اثر نہ معلوم ہوتا تھا۔

”اچھا شکریا۔“ دلادر نے حید سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ”تم نے بھری جان چھالی ہے۔“  
”او تم نے بھری.....!“ حید نے کہا۔ ”دلوں بر بار ہو گئے۔“

”مطلوب.....!“ دلادر نہ کر بول۔  
”میں کہا اگر آسانی سے کبھی سیرے سختے چڑھ کے تو چھوڑوں گا نہیں۔“ حید نے کہا۔  
”لٹوٹے ہو جید سیاں، جالیں سال سے آزاد پھر رہا ہوں ابھی تک تو کوئی ملک کا لال  
ایسا پیدا نہیں ہوا جو مجھے پکڑ سکے۔“

”خود کچھا جائے گا۔“ حید بولا۔ ”اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔“

## ہینڈز اپ

حید نے دوسرے دن ساری روشنیاد چیف اسپلائر کو سنائی۔ وہ سنائے میں آگیا۔

”وقتی فریبی کی محبت نے تم پر کہرا اثر ڈالا ہے۔“ چیف نے کہا۔ ”اس وقت کی اسپلائر بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔“

”ورہ ووازی ہے آپ کی۔“

”اور مجھے حیرت ہے کہ آخوندی تباہی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کیوں ڈالتا رہتا ہے۔“

”در اصل وہ جنل چاچے کہیں اُن سے الگ ہوں۔“ حید نے کہا۔

”اجھی سک ہے۔“ چیف نے کہا۔ ”چھایاں تو کتم نے نلاور خان کیوں کل جانے دیا۔“

”اس وقت میں کریں کیا سکتا تھا۔“

”دیکھو یہ بہت اچھا موقع ہے۔ جب دو یوں محاشوں میں کھٹ پٹ ہو جائے تو ہمیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ غالباً تم میرا مطلب بھجو گئے ہو گے۔“

”بہت اچھی طرح۔“

”تو آج رات کو ہم لوگ نادیٰ چل رہے ہیں۔“ چیف نے کہا۔ ”تمہارے خانہ میں بیخنا تو اب کافی حال ہے کیونکہ وہ لوگ اب کافی جھاتا ہو گئے ہوں گے۔“

”یقین ہے۔“

”جب تک ہمارے پاس کامل ثبوت نہ ہو ہم ان لوگوں کو گزارنہیں کر سکتے۔“ چیف نے کہا۔ ”نلاور خان پر بھی کسی نہ کسی طرح ہاتھ پہنچا چاہے۔“

”حال ہے۔“

"کیوں.....؟"

"بہت جالاک آدی ہے۔" حید نے کہا۔ "مجھے اس بات پر محنت ہے کہ وہ اس طرح آزادانہ کس طرح گھوٹا پھرتا ہے۔"

"یہاں اسے کوئی پچھا نہیں۔" چیف نے کہا۔

"ایک صورت سے ہم اس سے بڑی مدد لکھتی ہے۔" حید نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"نیز بیان ہم وک اسے اپنے ساتھ ملا لیں وہ بھی ان لوگوں کا جانی دشمن ہوا ہے۔" حید نے کہا۔

"لجن یہ ہو گا کیسے.....؟" چیف نے کہا۔

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔"



ای دن ناؤنی ہوں کے ایک کرے میں دلاور بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ایک بہترن طرز پر سبیلہ ہوا چھوڑ سا کرہ چکا۔ دلاور نے طوبیں انگڑائی لیتے ہوئے گفری دیکھی اور سارے سماں کر ہوتیں میں دباتے ہوئے صوفی کے سکھی سے لگ گیا۔ دھن ایک آدی کمرے کا دعاوہ کھول کر اندر واصل ہوا۔ دلاور نے پلت کر دیکھتے کی بھی رحمت گواراند کی۔ آنے والا پچھر دریخ کس اس کے پیچے کھرا اسے گھوٹا رہا۔

"فرمائیے کیسے تکلیف، کی۔ میرے لاکن کوئی خدمت.....!" وہ آدمی بولا۔ دلاور خال

ایک خاص اعداز میں سکرا کر پیٹا۔ وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"نامابی میں ستوش ہاپو سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔" دلاور نے ائمہ

ہے کہا۔

"تحریف رکھئے۔" ستوش نے اس کے سامنے بیٹھنے ہوئے کہا۔ "فرمائیے۔"

"لکھت پر طرف۔" دلاور تیز لپجھ میں بولا۔ "میں اپنے کل رات کو ہارے ہوئے روپے  
واپس لے آیا ہوں۔"

"ہارے ہوئے روپے؟" سنتوش نے تھیر ہو کر کہا۔ "شاید آپ بھول رہے ہیں،  
ہارے یہاں جو انہیں ہوتا۔ آپ کہن لیوڑے ہوں گے۔"

"اور آپ کا دانت بھی کہیں اور تو نا ہو گا۔" دلاور نے طریق لپجھ میں کہا "اور آپ کی  
خوبی پر شوکر بھی کہیں اور پڑی ہو گی۔"

"آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" سنتوش نے کہا۔ "شاید آپ نیادی ہی گئے ہیں۔"

"ممکن ہے۔" دلاور نے کہا۔ "لیکن اتنا یاد رکھنا کہ دلاور خالی پٹاواری سے کہر لئا آسان

کام نہیں۔" دلاور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

سنتوش آنکھیں چڑائے ہوئے اُسے مکور رہا تھا۔

"تو استپ پلے ہی کیوں نہ تاریا تھا۔" سنتوش نے آہت سے کہا اور اس کا ہاتھ پکار کر بخادا۔

"تم نے پوچھا کب تھا.....؟" دلاور نے لاپرواں سے کہا۔

"تو آپ اور کب سے آئے۔"

"حال یہی میں آیا ہوں اور جسمیں یہ بھی بتا دیں کہ میں سیٹھا اگر والی کیلئے کام کر رہا ہوں۔"

"سمجھا.....لیکن آپ کو اس سے کیا فائدہ ہو گا، جب کہ میرے علاوہ اور کوئی دوسرا اس

چیز کے راستے واقف نہیں۔"

"تو وہ چیز جسیں نے اڑائی تھیں۔"

"مہیں..... مجھے پہلے ہی کوئی اڑا لے گیا اور اسی رات کو جب میں نے بھی اس کے  
لئے کوشش کی تھی۔"

"اور پھر تم نے اسی جھلاتھ میں اگر والی پر گولی چلا دی۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" سنتوش پر ساختہ بولا۔

"بھی سے اس شہر کے کسی بد معاش کی کوئی بات بھی ہوئی نہیں ہے۔"

”تو ہر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ چیز کون لے گیا۔“

”ابھی تو نہیں تھیں میں اس کا پتہ چل دکھلوں گا۔“

”آپ وہ چیز اس سے حاصل کر کے سینما اگر والوں کو دیں گے۔“

”ہاں.....!“

”اگر آپ اس چیز کے راز کو جانتے ہوئے تو بھی ایک بات نہ کہتے۔“ سنتوش نے کہا۔

”خرسچھوڑ اگر والوں سے دوبارہ پا جانے پر بھی کسی نتیجہ پر پہنچ بھی سکتا۔“

”میں اسے بھٹکا ہوں لیکن مجھے اس سے کیا۔ میں اسے اس کے حوالے کر کے اس سے

مناسب معاوضہ وصول کروں گا۔“

”کوئی اس کی قیمت لگائی نہیں سکتا۔“

”میں یہ بھی جانتا ہوں۔“ دلاور نے کہا۔

”اگر آپ یہ بھی جانتے ہیں تو ہمارے حاصل کر کے میرے خواہ لے کر دیجئے۔“

”میں دعے آدمی کی رعنی۔“

”چوہنخوار۔“ دلاور نے کہا۔ ”لیکن پہلے مجھے وہ تجویز دکھادو۔“

”ارے.....!“ سنتوش چڑک کر بولا۔ ”تو کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔“

”میں کیا نہیں جانتا۔“ دلاور بولا۔ ”لاؤ اسے جلدی لاؤ، ورنہ سب معاملہ غتریب گز بڑو

ہو جائے گا۔“

سنتوش کچھ سوچنے لگا۔

”میں جانتا ہوں کہ پہمان بات کے پکے ہوتے ہیں۔“ سنتوش نے کہا۔ ”میں آپ کو وہ

تجویز دکھاتو ہوں لیکن میری ساتھ دعا نہ کہجے گا۔“

”دعا تو میں سینما اگر والوں کے ساتھ بھی نہ کروں گا۔“

”کیا مطلب.....؟“ سنتوش چڑک کر بولا۔

”سینی کر میں نے اس چیز کی والی کا وعدہ کیا ہے، وہ چیز اسے والیں کی جائے گی۔ یہ

اور بات ہے کہ گودا ہمارا ہوا اور جملکا اس کا۔"

ستوش نے قہقہہ لگایا۔

"ماہا ہوں استاد.....!" یہ کہہ کر وہ اخفا اور باہر جانے لگا۔

"مھر و.....!" دلاور نے کہا۔ "یہ بھی سن لو کہ میں صرف ایمانداروں کے ساتھ  
ایمانداری پرست سکتا ہوں۔"

"اس سے آپ مطمئن رہئے۔ میری بات بھی کبی حق ہوتی ہے۔"

ستوش چلا گیا۔ دلاور نے بجا ہوا سکارا سکایا اور آنکھیں بند کر کے صوف پر شم دلاز ہو گیا۔  
قریب پانچ درہہ منت بعد ستوش لوٹا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑے کی ایک چیل تھی۔

"یہ لجھے۔" ستوش نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

دلاور نے چھلی کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا کاغذ کالا اور اسے بخورد لکھا رہا۔

پھر ستوش کو واپس کرتے ہوئے بولا۔ "میرے خیال سے اسے جلا دو۔"

"کیوں.....؟"

"اسلئے کہ جو شخص وہ چیز اگر وال کے بیان سے لے گیا ہے وہ اس کی فکر میں بھی ہو گا۔"

"اڑے تو اب ایسا کوئی نہیں کہ ستوش کے قدر سے اسے نکال لے جائے۔" ستوش  
نے اکڑ کر کہا۔

"کرنے لگے وہی بھینٹ کی باتیں۔" دلاور نے کہا۔ "فرض کرو کہ میں نے ہی اس چیز کو  
چلایا ہو اور اس وقت میں نے تمہیں دھوکہ دے کر اس کی دھرمی کری بھی معلوم کر لی۔"

ستوش نے سمتی خیز اعمازوں میں سر ہلایا۔

"اچھا میں آپ کے کہنے پر عمل کروں گا۔" ستوش نے کہا۔

"تو اب میں چلا ہوں، رات کو کسی وقت آؤں گا اور ہاں فراہوشیار رہتا۔ بیان کے  
جاوس کی تم پر کری نظر ہے۔ مل کر ایک تمہارے تہہ خانہ میں بھی بھیکی گیا تھا۔" دلاور نے کہا۔

"مجھے سب معلوم ہے۔ تہہ خانہ کا راست ان کے باپ کو بھی نہیں معلوم ہو سکتا اور بیان

اپر کوئی ایسی چیز نہیں جسکی بنا پر وہ مجھے ہاتھ دکھانے لگیں، ان سے تو میں اچھی طرح بیٹھ لوں گا۔“  
دلاور سنتوں سے ہاتھ ملا کر باہر چلا آیا۔



ای راتِ کو حیدر اور چیف ناولی ہوں کی طرف جا رہے تھے۔ چیف کا بیگن شہر کے باہر  
واقع تھا۔ اس نے شہر جانے کے لئے انہیں سڑک کا ایک بہت بڑا دیواری ان حصے کے پڑھتا تھا۔  
رات کو تیر پر آٹھ بجے تھے۔ ٹھیکی کی روشنی تاریک رات کا سیدھا جمی آئے ہوئی آگے گئے پڑھتی تھی۔  
یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ آج انہیں ایک ٹھیکی اس فیر آباد مطلاع میں مل گئی، ورنہ انہیں پہلی یعنی  
آٹھ بجے۔ فریبی کی کار جو حیدر کے استعمال میں روتنی تھی وہ آج پھر خراب ہو گئی تھی۔  
اس بھی وہ تموزی ہی دور گئے ہوں گے کہ انہیں یہ سڑک پر ایک آدمی ہاتھ اٹھائے ہوئے  
کہدا کھانی دیا۔ اس نے اپنے چہرے کا لرکھرے کر کے تھے اور نام کیپ آکے کی طرف  
اس طرح جھکا کی تھی کہ چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔

ڈرامہ نے اسکے قریب بیچ کر ٹھیکی روک دی۔ وہ شخص کھڑکی کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔  
”بیٹڑاپ.....!“ اس نے ریوالور ہائی کر ٹھیکی کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا۔  
”تم دونوں بھی اڑ آؤ.....“ پر اسرار انجی نے حیدر اور چیف اپنے سے ٹھکانہ لپھ میں کہا۔  
دونوں خاموشی سے ہاتھ اٹھائے ہوئے بیچھے اڑ آئے۔

”جاوہینا۔“ پر اسرار انجی نے ڈرامہ سے کہا۔ ”اپنے استاد سے کہہ دینا کہ میرے شکار  
پر ہاتھ نہ ڈالا کرے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔“

ڈرامہ نے گازی اسٹارٹ کر دی۔ انجی نے دو تین ہوائی فائر کے اوپر ٹھیکی نظر دیں سے  
خاکب ہو گئی۔ اب وہ انجی ان دونوں سے مخاطب ہوا۔  
”ناولی ہوں اچھی بھکر نہیں..... خسوساً شرقاً کے لئے۔“ اس نے کہا۔  
”تم کون ہو۔“ حیدر گرج کر بولا۔ ”خبر ہے اسی میں ہے کہ ریوالور جیب میں رکھلو۔“

”تاریخ ہونے کی ضرورت نہیں سرکار..... یہ بچھے۔“ اپنی نے روپا ملود جب میں ڈال لیا۔

”آختم ہو کون.....؟“ چیف نے پوچھا۔

”دوسٹ“ یہ کہ کر اپنی نے سگریت سلانے کی دیبا سلانی جلائی اور حیدر کے منزے سے پس اندھ لگا۔

”فریضی صاحب.....؟“

”فریضی.....!“ چیف نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ”یہ کیا.....؟“

”بس چپ چاپ گمراہی طرف پڑھ لے پڑھے۔ اگر میں وقت پر نہ پہنچ جانا تو آپ لوگ کے تھے ہاتھ سے۔“

وہ تینوں واہیں جانے کے لئے ہڑتے۔

”آخیر بات کیا ہے۔“

”اس شان راست پر کبھی اور بھی آپ کو کوئی عکسی ملتی تھی۔“ فریضی نے کہا۔

”نہیں..... لیکن اس سے کیا کجھ۔“

”میں تو خاص چیز ہے۔ آپ لوگوں کو غائب کرتے کا پروگرام جیسا کیا تھا، بد معماش کو کسی طرح اطلاع مل گئی تھی کہ آج آپ لوگ ناؤنی میں آنے والے ہیں۔ اس لئے انہوں نے پہلے ہی سے آپ کی سواری کا انتظام کر دیا تھا۔“

”تجھیں ان سب بالوں کی اطلاع کیتے ہوئے۔“ چیف نے کہا۔

”غایہر ہے کہ میں اسنتے دنوں تک محل جگن مادر ہاتھا۔“

”وہ کچھ کسی..... لیکن تم کسی نہ کسی دن اپنی جان خطرے میں ضرور فال لو کے۔ آخونس

”طروح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“

”اپنا اپنا طریقہ کارہے اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے خطروں سے لکھتا یا رہا ہے۔“

فریضی بولا۔

”مگر مجھے تمہارا یہ طریقہ پسند نہیں۔“ چیف نے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن کیا کروں میں اپنا بیعت سے  
بچوں ہوں۔ بچن کیسی ہی ایسے ہوتے ہیں کہ مجھے تھا کام کرنے پر بچوں ہونا پڑتا ہے۔"

"خیر بھی..... تم جانو، سمجھنا نہیں را کام ہے۔" چیف نے کہا۔ "اچھا یہ تھا ذکر تم نے اس  
ڈرامجور کو بوجنی کیوں کلی جانے دیا۔"

"ابھی فی الحال اسے گرفتار کر لینا نیک جیسی تھا۔"

"کیوں.....؟"

"میں نے اس وقت اس سے ایک ڈاکو کی حیثیت سے بات کی تھی۔" فریڈی نے کہا۔  
"محلاں حد درجہ دلچسپ ہو گئے ہیں۔ ید محاشوں کی دو پارٹیوں میں ہٹن گئی ہے۔ ان میں  
سے ایک پارٹی سنتوں کی ہے اور دوسری ان لوگوں کی ہے جنہوں نے سنبھال کر وال کے یہاں  
ڈاکو ڈالا تھا۔ جس دن یہ واردات ہوئی تھی اس دن سنتوں اور ان کے ساتھیوں نے بھی یہ  
اگر وال کے گھر میں رکھنے کا پروگرام بھیجا تھا۔ یہ لوگ ان دو قوں کے بعد آئے تھے اور سنتوں عی  
کی کوئی سے سنبھال کر وال رُنگی ہوا تھا۔"

"لیکن آج تک میری بھائیوں نے آسکا کہ ان لوگوں کا مقصد کیا تھا۔" چیف اپنے نے کہا۔

"یہ تو ابھی بھک ہتھے بھی نہیں معلوم ہوا کہ لیکن سنتوں کو قانون کی زد میں لانے کے لئے

مرے پاس بہت سے ثبوت ہیں۔"

"اور ایک دلچسپ بات اور سنو.....!" چیف نے کہا۔ آج کل دلادر خان بھر کھائی

وے رہا ہے اور جس وقت تمہارے ساتھ خادوش چیزیں آیا تھا وہ پولیس کی غائب کی ہوئی لاری پر  
ویکھا گیا تھا۔"

"تھی ہاں..... وہی تو ساری صیغتوں کی جا ہے۔" فریڈی نے کہا۔ "اس سے تو مجھے  
خاں طور پر پہننا ہے۔ لیکن ابھی نہیں، سنتوں کی گرفتاری کے بعد اس سے بھی کچھ لوں گا۔ فی

انہاں اس سے الگ ٹھنڈا چاہئے، اس میں بھی ایک راز ہے۔"

"بھی اپنی پاتیں تم عی کھو.....!" چیف نے اکٹا کر کہا۔

"پہلی رات کو پہچے کم از کم بھیں جوان سارے بس میں لے کر ناولی بھی جائیے گا اور وہاں اگر دلاور سے لمبیز ہو جائے تو اسے فی الحال نظر انداز کر سکی کوش بھیج گا اور نہ سب محاملہ گزید جائے گا۔ اچھا تواب میں چلا۔ اب ستوش کی گرفتاری کے بعدی ملاقات ہو گی۔"

چیف کا بلکہ قریب تھا۔ فریبی دالہن لوٹنے کے لئے مڑا۔

"سنے تو سکی۔" حمید نے بے قراری سے کہا۔

"ٹھیک اس وقت نہیں..... تمہیں کافی اختیار کی ضرورت ہے۔ میرے تائے ہوئے وقت سے پہلے ناولی کے قریب بھی جانے کی ضرورت نہیں۔" فریبی نے کہا اور تھری خوشقدموں سے چلانہ تاریکی میں عابد ہو گیا۔

## عجب و غریب عشق

فریبی کے تائے ہوئے پلان کو شام ہی سے ایک ایک دودکر کے پولیس کے سلیمان سارے بس میں لمبوں جوان ناولی میں اڈہ جانے لگے۔ فریبی کی بہاءت کے مطابق وقت سے پہلے کسی نے کوئی ایسی حرکت نہ کی۔ جس سے ناولی والوں کو ہوشیار ہو جانے کا اشارہ ملتا تو یہ رات تک جوانوں کی مقررہ تعداد ناولی میں بھی گئی۔ چیف اور حمید بھی بھیں بدالے ہوئے وہاں موجود تھے۔

ہر شخص اپنی جگہ پر کسی چیز کا مختصر تھا۔ لیکن کوئی بھیں جانتا تھا کہ اگلے لمحے میں کیا ہونے والا ہے۔ چیف اور حمید کی ناہیں فریبی کو دھوپڑہ دری حصہ۔ لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

"فریبی تو دکھائی نہیں دے رہا ہے۔" چیف نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "مجھے نے آنکھوں ان کی ایکم کیا ہے۔"

"کہیں مفت کی در دری نہ ہو۔" چیف بولا۔

”یہ ناگزیر ہے۔“ میدنے کیا۔ ”قریبی بے بنیاد چیزوں پر کمی کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔“

”خراب و آشی گئے ہیں، جو کچھ ہو گا دکھا جائے گا۔“

”ہاں..... دیکھئے“ میدنے کیا۔

”یہ بات بھی محیب و غریب ہے۔“ چیف نے کہا۔ ”دور سے بالکل ایسا معلوم ہتا ہے

جیسے کچھ کوئی حورت کمزی ہو۔“

”محیب قسم کا رنگ دروغ ہے اس کے پھرے پر۔“ میدنے کیا۔

اگر ان دونوں میں یہ باقی ہوئی رہی تھیں کہ دھنکا کوئی آدی نہایت بحدی اور بے ہلکم آواز میں گانے لگا۔ ہر فروں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دلاور خان نظر میں وہت ہاتھ میں ایک خالی بوٹل لے لے کمزراں اور گاڑا ہوا ہاں میں واپس ہو رہا تھا۔ اس نے دروازے پر رک کر پاروں طرف نظریں دوزائیں اور ایک قبیہ کا کر پر گئے لگا۔ وہ اپنی ماڈری زبان چھوٹیں کوئی گیت گا رہا تھا۔

ہوٹل کا نیجر گھبر کر اس کی طرف دوڑا۔ وہ اس سے آہنے آہنے کچھ کہنے لگا۔

”میں تو گاؤں گا.....!“ دلاور خان جیچ کر بوللا۔ ”وکھا ہوں میرا کوئی کیا کرتا ہے۔“

میں تمہارے مالک سنتھیں بایلو کا دوست ہوں۔“

”کا نے دو بھائی گانے دو.....!“ کی مہوش شہزادی چیچ۔

”محیب میرے ساتھیو..... جو۔“ دلاور خان نے جھوٹھ ہوئے کہا۔ ”ہم ہی میںوں کے

دم سے دنیا قائم ہے ورنہ کبھی کی قیامت آگئی ہوتی۔“

چند شہزادیوں نے زور سے قبیہ کلکا۔

”چھرے پیارے بھائیو.....!“ دلاور خان بت کی طرف اشناہ کر کے بوللا۔ ”میں اس

حورت پر مرنا ہوں یہ بھری محیب ہے کیا آپ کوئی اعزاز ہے۔“

”ہر گز نہیں..... ہر گز نہیں۔“ یک وقت بہت سی آوازیں آئیں۔

”معلوم ہتا ہے بہت زیادہ نیلی ہے۔“ چیف اپکر نے حید کی طرف جک کر آہنے

سے کہا۔

”میں ہاں، نبی طرح ڈاؤن ہے۔“ حمید بولا۔

”مگر فریبی اب تک نہیں آیا۔“ چھپ نے کہا۔

”علوم نہیں کیا بات ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ہاں تو پیدا سے بھائیو۔“ دلاور پھر چھپ۔ ”تین جادوگر ہوں، کالا جادوگر..... میں ایک مت

میں مرغی سے اٹھا اور اٹھے سے مرغی بنا سکتا ہوں۔ خرگوش میں سے بیٹھ نکلا سکتا ہوں۔“

”خرگوش میں سے بیٹھ۔“ ایک آدمی چھٹا ہوا چھپا۔

”نہیں، بیٹھ نہیں سے خرگوش.....!“ دلاور چھپا۔ ”دیکھتے ہمراں کمال، یہ دیکھتے یہ ایک

اڑا ہے، بتائیے اسے کیا بنا دوں۔“

”ہاتھی.....!“ ایک آواز آئی۔

”نہیں..... خرگوش.....!“ دوسرا آواز سنائی دی۔

”نہیں بھائی اودیلا۔“ تیسرا چھپا۔

”اچھا تو میں اسے تو زکر پے لیتا ہوں۔“ دلاور نے اٹھا تو زکر حل میں اغذیتے ہوئے

کہا۔ ”اب یہ جھوڈی دیر کے بعد خضم ہو جائے گا، کہنے ہے ناکمال۔“

سارا ہاں تالیوں سے گونج اٹھا۔

”ہاں تو بھائی.....!“ وہ اسی چھپتے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ جس پر بہت نسب تھا۔ ”میں

اس گورت پر عائق ہوں، لیکن یہ بڑی سکدل ہے۔ سری قلقی پر وہ نہیں کرنی۔ میں حق کہا

ہوں کہ میں اس کے عشق میں کھل کھل کر رہا ہوں گا۔“

اس نے بت کے ہیروں سے پھر بلند آواز میں روشن اثر دی۔ سارے لوگ اُسی کے

مارے بے حال ہوئے چارہ ہے تھے۔

”آپ لوگ ہیتے ہیں۔“ وہ روشنی آواز میں بولا۔ ”خدا کرے آپ کو ہمی کسی سکدل سے

عشق ہو جائے۔ سیرا دادا اس کے عشق میں سرگیا، سیرا باپ اس کے عشق میں مرگیا اور اب میں بھی

اس کے سخت میں مر جاؤں گا۔ وہ پھر اسکے بیوی سے پت کرائے جسم پر ہاتھ بیٹھنے لگا۔  
فھٹا ایک لکھا ہوا اور دہبت کمک کر ایک طرف ہو گیا جس تجھکہ دھپت تھا۔ وہاں ایک  
غار پیدا ہو گیا اور دلاور خان اسی غار میں گر کر غائب ہو چکا تھا۔ حمید نے میشی بجانی۔ سارے  
جو انوں نے اپنے اپنے بتول کال لئے۔

”بیڑا رکونی اپنی تجھ سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔“ ایک سب اپنکو چینا۔

”بیڑے تم پانچ جوانوں کے ساتھ میں مخبر ہو.....!“ چیف اسٹیلر بیٹ کی طرف بڑھا۔

”سب دروازے بند کر الوکونی باہر نہ جائے پائے اور بیٹہ لوگ ہیرے ساتھ آئیں۔“

یہ غار ایک تہر خانے کا راست تھا۔ وہ سب تہر خانے میں اتر کے تہر خانہ میں صب دخوار  
بڑا ہو رہا تھا۔ ناجائز شراب، انگوں، چاٹو اور کوئین فروخت ہو رہی تھی۔ شہر کی عیاش طبع تحول  
مور قلی میش کر رہی تھیں پولیس والے آہستہ آہستہ سارے بچے خانے میں مکمل گئے۔ دلاور خان  
کا کہیں پڑھتا تھا۔

ستوٹش کو بہت جلد اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے بھی مورچہ سنبھال لیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے  
کل، دنوں طرف سے گولیاں چلتی رہیں۔ آہستہ آہستہ ستوٹش کی پارٹی سوت ہوتی جا رہی تھی۔  
اس دوران میں ستوٹش بری طرح رُجی ہو گیا۔ اُختر کارچی پولیس کی ہوئی اور سارے پدمحاش  
کپولے کے گھن ستوٹش غائب تھا۔ اس کی ٹلاش بر اہم جاری تھی۔ خدا ایک کمرے سے گولی  
چل کی آواز آئی۔ حمید کمرے کی طرف پکا ٹکن فوراً اسی وہ باہر نکل آیا۔

”کیا بات ہے۔“ چیف نے پوچھا۔

”ستوٹش نے خود کشی کر لی۔“ حمید نے بتایا۔

ڈاکو پولیس کی لاری میں بھر کر کتوالی کی طرف لے جائے جا رہے تھے۔ ایک کار میں

حمد، چیف اور بیڑے بھی بیٹھے تھے۔

”دلاور خان نہ جائے کہاں غائب ہو گیا۔“ چیف نے بہکا۔

”علوم جنیں اسے زمین نگل گئی یا آسان کما گیا۔“ حمید نے کہا۔ ”میں نے تو اتنا پر اسرار

اور بھیا کے آج تک نہیں دیکھا۔“

”خود اگر یہاں رہ گیا توچ کرنے جائے گا۔“ چف نے کہا۔



ای رات کو چف اور حیدر یونی کی بخشی میں پیش ہوئے کافی پارے تھے۔

”فریدی کا کچھ پڑھنیں۔“ چف نے کہا۔

”کہنیں وہ دلادر خان کے پیچے نہ لگ گئے ہوں۔“ حیدر نے کہا۔

”کون جانے۔“ چف بولا۔

”دیکھنے کب واپس ہوتے ہیں۔“ حیدر نے کہا۔

”آج سے دس سال قل دلادر خان کے لئے حکومت نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔

جذب آج بھی بدستور قائم ہے۔ فریدی اسے ماحصل کر تکمیل کرو کر لشکر کریا۔“ چف نے تسلی۔

”مگر ہال ضرور۔“ کمرے کے باہر سے آواز آئی اور پھر قدموں کی آہٹ ستالی دی۔

حیدر اور چف کے سامنے دلادر کھڑا تھا۔

”چند روز اپ۔“ حیدر نے پتوں کا تھال کر کہا۔

دلادر خان پیش نہ لگ۔

”شہزادی میرے وال۔۔۔!“ دلادر طریق امداد میں بولا۔“ کچھ پھوٹوں میں تمہاری یہ

گولی کا نثار بخے کی امید پر اب تک می رہا ہوں۔“

چف اور حیدر تھرت سے منکو لے کھڑے تھے۔ ان میں اتنی بہت بھی نہ رہ گئی تھی کہ

منہ سے آواز تک کھال سکتے۔

”کیوں حید۔۔۔ میرے احسان کا بھی بدل ہے۔“ دلادر سکرا کر بولا۔“ اگر میں آج

تمہاری رہنمائی نہ کرتا تو تمہارے فرشتوں کو بھی تمہرے خانہ کا راستہ معلوم ہو گلا۔“

”تو اس کا مطلب ہے کہ اس احسان کے پسلے میں ایک بھی ایک خونی کو چھوڑ دیا

جائے۔ ”چیف نے کہا۔

”اچھا تو مجھے خام حاضر ہے۔“ دلاور زمین پر اکڑوں بیٹھتے ہوئے بولا۔

اس نے اپنا منہ مکنون میں چھپا لایا تھا۔

حید نے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہجڑیاں لگادیں۔ وہ بدستور اسی طرح بے حصہ درکت بیٹھا رہا۔

”آپ سمجھیں مخبر ہے میں پولیس کوفن کرتا ہوں۔“ حید نے کہا۔

”ارے..... ارے۔“ دلاور خاں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”فریڈی.....!“ چیف جمرت سے بولا۔

”ارے آپ.....!“ حید بھوچکا رہ گیا۔

فریڈی نے قبضہ لکھا۔ کمپی موچیں اس کے ہاتھوں کے پاس پڑی ہوئی تھیں۔

”بھی خدا کی حرم مکال کر دیا تم نے۔“ چیف نے اس کی بیٹھنے کو کہا۔

”سب مجت ہے آپ کی۔“

”تو کیا شروع ہی سے دلاور خاں کا روں ادا کر رہے تھے۔“ چیف اسکے نے پوچھا۔

”جی ہاں..... اگر یہہ کرنا تو اس تہہ خانہ تک رسائی نا ملکن ہی۔“ فریڈی نے کہا۔

”میں کسی راتوں سے جنہیں سو کا بخت خندگ رہی ہے۔ انشا اللہ کل ساری داستان سناؤں گا۔“

چیف اسکے تصوری دیر پیچہ کر چلا گیا۔

## تجھوڑی کا راز

حید نے دوسرے دن سچی سچی فریڈی کے کان کھانے شروع کر دیئے۔ وہ سارے واقعات جاننے کے لئے تجوڑی طرح بے تاب تھا۔

"اے بھی تم تو جان کو آگئے۔ فرمی نے کہا۔ "ایک بھی داستان ہے۔ کہاں تک  
نہ اؤں گا۔ سہر حال سنوا کر یہ تاذ پہلے تجویز کا راز بیان کروں یا اس مرتبہ کے طریقہ برائے  
رسانی پر روشنی ڈالوں۔"

"میں ..... پہلے میں اس چیز کے حلقوں سنوں گا جس کی بدولت یہ سب کچھ ہوا ہے۔"

حیدر نے کہا۔

"اچھا سنو..... شاید تم نے نام نہا ہو۔ یہاں ایک بہت بڑے ناجرام کمارتی تھے۔  
میں ان کا نام اتنے ادب سے اس لئے رہا ہوں کہ وہ میرے والد صاحب مر جنم کے  
گھر سے دوستوں میں سے تھے ۱۹۳۷ء میں اپاٹک ان کا دیوال لکھ لیا۔ یہ چیز جیسی جھٹت  
اٹکی تھی۔ وہ شخص جس کے ایک اشارے پر لاکھوں کے دارے نیارے ہوتے تھے بھاہر کوڑی  
کوڑی کوچھ اچھا ہو گیا۔ یہ سینمہ اگر دوال جو آج سارے شہر کا ریکسی اخخار بنا بھائی ہے ان کے یہاں  
میتم تھا۔ ان کے دیوال لکھانے میں اس کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس نے پچھے ہی پچھے اپنا گھر بھر لیا۔  
جس وقت رام کمارتی کا دیوال لکھا ان کے براوات کے لئے صرف تجویزی ہی جائیداد باقی نہیں  
چوان کی بیوی کے نام تھی۔ اس سے ان کی براوات ہونے لگی۔ ان کا ایک سالہ بچہ بھی تھا۔  
دلیل یہ ہو جانے کے صدر کی وجہ سے وہ زیادہ دن بکھر زندہ نہ رہ سکے۔ مرتے وقت انہوں نے  
ایک ویسیت نامہ مرتب کر کے اپنے قاتوں میشیر کے یہاں رکھا دیا اور یہ ہدایت کردی کہ یہ  
ویسیت نامہ اس وقت ان کے پیچے کے خالے کیا جائے جب وہ بائی ہو جائے۔ اور اگر وہ مر گیا  
تو ویسیت نامہ اس کی بیوی کو دیا جائے۔ اگر آس کی حیات بھی وفا کرے تو پھر یہ ویسیت نامہ  
اس کے پیچے سننوں کے خالہ کر دیا جائے۔ بھی سننوں جس نے کل رات خود کشی کی ہے۔ یہ  
رام کمارتی کا بھتija تھا۔ بھتija سے بُری صحقوں میں پڑھانے کی وجہ سے وہ بڑا ہو کر اچھا  
خاصاً ڈکون گیا۔

رام کمارتی کے انتقال کے بعد ان کی بیوی بور پیچے کی پردوش اسی جائیداد سے ہوتی رہی  
اور ہاں یہ تو تھا بھول ہی گیا کہ رام کمارتی ایک تمویز اپنے پیچے کے گلے میں ڈال گئے تھے

جس کے حلقہ انہوں نے اپنی بھروسی کو پہاڑت کر دی تھی کہ وہ اسے اس وقت کھول کر دیکھیں

جب بچھے جوان ہو جائے۔

وہ تین سال کے بعد فتحا ایک دن رام کمار جی کے قانونی شیر نے ان کی بھروسی کو اعلان  
دی کہ اس کے بھاں چوری ہو گئی۔ چوری ہونے والی چیزوں میں رام کمار جی کا وصیت نامہ ہی  
تھا۔ ان کی بھروسی کو سخت پریشانی ہوئی۔ وہ وصیت نامہ ان کے لئے ایک مرے کم نہ تھا۔ کچھ  
بلایہ رام کمار جی کے پاس کوئی املاک چھپا تھی۔ جس کیلئے وہ کوئی وصیت نامہ سرچب کرتے۔  
جاںیداد خود ان کے نام تھی۔ اس نے اس کے سلسلہ میں کسی حرم کی وصیت کا سوال ہی  
ٹھیک رہ جاتا تھا۔ اس الجھن کے تحت انہوں نے بچے کے گلے میں پڑا ہوا پسر ارتو چویز قلی از  
وہتے ہی کھول ڈالا۔ اس تھویز کے ذریعہ انہیں پڑا کہ وصیت نامہ میں کسی خزانے کا ذکر  
تھا۔ ٹھیک تھویز میں لکھی ہوئی پڑا ہے کہ مطابق وصیت نامہ کو پڑھنے پر خزانہ کا پہنچانا دشوار  
تھا۔ انہیں ایک گھنٹہ طیہانہ ہو گیا کہ بخیر اس کے وصیت نامے کا چانے والا اپنے مقدمہ میں  
کامیاب نہ ہو سکے گا۔ انہوں نے تھویز بچے کے گلے کے سامنے کھول کر اختیار مطے رکھ دیا۔ چار ماہ  
قبل کی بات ہے کہ اپا ایک ایک دن کسی نے ان کے بیکس کا ہلاکتوڑ کر تھویز نکال لیا۔ ان کی  
پریشانیوں کی حد ترکی۔ وہ مجھے جانتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے بلا سمجھا اور سارا واحدہ  
کر طالب امداد ہوئی۔ رام کمار جی کی ساری شخصیتیں یاد آگئیں۔ وہ مجھے بھی اپنے بچھے کی کی  
طرح پیار کرتے تھے۔ میں نے ان کی بھروسی سے وعدہ کیا میں حتی الاماکن اکوش کروں گا اور  
ای دن سے میں نے تحقیقات شروع کر دیں۔ کلی ٹوں کے بعد پڑا چلا کہ وصیت نامہ ستمہ  
اگر واں نے رام کمار جی کے قانونی شیر کے بھاں سے چوری کروایا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر  
پاشا بیلہ کاروائی کر کے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی تو کامیاب نہ ہوگا کوئی کا اس نے میں نے  
وہ طریقہ کار اختیار کیا۔ چونکہ چوری کی تھی اس نے سیمھا اگر واں نے بھی پولیس کو بیان دیا  
کہ اس کی کوئی چوری نہیں کی گئی ہے۔

اس کے بعد سے مجھے اس چیز کی بہت زیادہ تشویش ہو گئی تھی کہ آخر اس پر کوئی کس نے

چلائی۔ اسی درواز میں جب میں جکلش کو بیوقوف بنانے کے لئے کار سے اڑ گیا تھا مجھے چدھا مسلمون لوگوں سے دودھاتھ کرنے پڑے۔ میں نے انہیں اور پولیس کو لٹنے میں الحمادیا اور خود پولیس کی لاری لے کر فرار ہو گیا۔ مجھے لوگوں کی نظر وہ سچے چپ کر کام کرنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔

مجھے سب سے زیادہ غبار جھٹ کے پڑنے کی تھی کہ آخر سینہ اگر وال کے علاوہ اور کون ہو سکا ہے جو اس دیست ہماری میں اتنی بھیجی لے رہا ہے۔ رفتہ رفتہ مجھے اس کا احساس ہونے لگا کہ یہ سنتوش کی حرکت ہے اور اسی نے وہ تجویز بھی جیسا ہے۔ ٹھن دیست ہمارا ہاتھ مدد گئے کی وجہ سے بالکل یہ میں ہے چونکہ اس سے اس جھٹ کو اگوکانا تھا اس لئے میں نے طالور خان کا بھیں بدلا اور سب سے پہلے جو کام کیا ہے یہ تھا کہ دیست ہماری بھروسی ٹھاں لے گیا۔ اس دن مجھے تم رہت بھی آئی تھی جب تم ہمارے میں پہلے ہوئے پاگھل پر اچھل کو رہے تھے۔ وہ میں نے دراہل اسلئے ڈالے تھے کہ جس وقت میں دیست ہمارا تھا میں مشغول ہوں تو مجھے آنے چاہتا لوگوں کی آہت مل گئے۔ سب سے پہلے تم ہی ان پاگھلوں کا فکار ہوئے۔

بھوکے داقعات سے تو تم واقع ہی ہو۔ ایک دن میں نے سنتوش کو بیکار کر دیجئے تجویز دیکھیں۔ اس کا قندھیرے ذہن میں موجود تھا۔ اس کے مطابق وہ خزانہ اسی مکان میں ایک جگہ تھا۔ اس کا رام کمار بھی کی جیوی رہتی ہے۔ اب ذرا حکم دوڑ رہا جائے تو میں جا کر دیجئے تھا۔ مکدا نے میں ان کی مدد کروں گا۔ اب تم ہی چاؤ کر میں نے وہ دیست ہمارے چاکر اگر اس کے ہدایوں کے پاس پہنچا دیا تو کون سا جنم کیا۔ اگر یہ جنم ہے مجھی تو میں اسے جائز سمجھتا ہوں۔“

”اچھا یہ تو تائی ہے فرمی صاحب کا آپ اسے طاقتور کب سے ہو گئے ہیں۔“ مید بدلنا۔

”اورے میاں اسے پوچھ کر کیا کو گے۔ یہ سب رواں کی باتیں ہیں۔ ایک افسوس راغ

رساں میں یہ ساری خصوصیات ہوئی چاہئیں۔“

”سنتوش نے تو خود بھی کر لی۔ اب اس کیس میں کیا ہو گا۔“ مید نے دریافت کیا۔

”کچھ ہو یا نہ ہو، لیکن میرے پاس اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ سینہ اگر وال پر سنتوش

عی نے گولی چالائی تھی اور اب سے تین سال قل اس نے ایک خون بھی کیا تھا۔ ”فریدی نے انکشاف کیا۔

”اچھا تو کیا آپ اس دوستت ناد کا بھی تذکرہ کریں گے۔“

”یا احتجوں کی تی بائیں کرتے ہو۔ اب جبکہ ستوش مرچا ہے اس کی ضرورت یہ باتی نہیں رہتی۔ سینہ اگر وال میں اتنی ہمت نہیں کہ اب وہ اس کیس پر ازسر فروشنی ڈالے کر کے اس نے دوستت ناد قلبی غیر قانونی طور پر حاصل کیا تھا۔ لہذا اب اس کی طرف سے کوئی کڑا نہیں رہ جاتا..... اچھا بھی اب اس..... اکیا اب تک پائے جائیں ہی.....؟“

## تمام شد